Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

فتنۂ دلگیر

سلیم فاروقی

روح کے اندر کے خزانے آدمی کے چہرے پر حُسن بن کر جھلکتے ہیں... دلوں میں اس کے لیے محبت اور عقیدت پیدا کر دیتے ہیں... ہر فرد کی روح اس کے چہرے... اس کی آنکھوں اور اس کے جسم کی ہر جنبش سے جھانکتی ہے... نیک اور پاکیزہ روح کا دارومدار افعال و اعمال پر ہوتا ہے... ایک ایسے ہی شخص کی زندگی کی پرت در پرت... جو اپنے عزائم کو مکمل کرنا چاہتا تھا... چاہے اس کے لیے اپنے چہرے... اپنے جسم اور اپنی روح کو کتنا ہی گھائل کیوں نہ کرنا پڑے... وہ صرف خود ہی گھائل نہیں ہو رہا تھا... اپنے سے جڑے رشتوں کو بھی غیر معتبر بنا رہا تھا... وقت کی گردشوں اور واقعات کی کروٹوں کے ہمراہ آگے بڑھتا مال و زر کا ناقابلِ یقین سلسلہ...

خواہشات کے ترازو میں محبت اور دیانت کا کڑا امتحان.....

فہد گھر میں داخل ہوا تو مشتاق احمد سامنے ہی تخت پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جمیلہ بیگم ان کے نزدیک ہی بیٹھی تھیں۔ اس نے مشتاق احمد کو سلام کیا۔ ''السلام علیکم ماموں جان، السلام علیکم امی!''

''وعلیکم السلام، بیٹا جیتے رہو۔'' مشتاق احمد نے جواب دیا۔ ''ماشاء اللہ بہت بڑی عمر ہے تمہاری۔ ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔''

''کیسی خوش خبری ماموں جان؟''

''بیٹا! تمہاری ملازمت کے لیے میں نے اپنی کمپنی میں بات کی ہے، امید ہے کہ عثمانی صاحب میری بات ٹالیں گے نہیں۔''

''واقعی ماموں جان۔'' فہد نے بے دلی سے کہا۔ اسے کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی تھی۔

''ہاں بیٹا۔'' مشتاق صاحب پُرجوش لہجے میں بولے۔ ''عثمانی صاحب بہت خیال کرتے ہیں میرا۔ تم کل میرے دفتر آجاؤ۔ میں تمہیں عثمانی صاحب سے ملوا دوں گا۔''

''جی ماموں جان۔'' یہ کہہ کر فہد اپنے کمرے میں چلا گیا۔

مشتاق احمد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بہت اچھے عہدے پر ملازم تھے اور اپنی بیٹی نادیہ کے ساتھ اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ دس سال پہلے مشتاق احمد کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کی صرف ایک بیٹی نادیہ تھی جو اس وقت سیکنڈ ایئر میں پڑھ رہی تھی۔

فہد کے والد اسد علی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بہن کی بیوگی اور کچھ نادیہ کی وجہ سے وہ جمیلہ بیگم کے ساتھ ہی رہنے لگے تھے۔ وہ مکان کے کرائے کے بہانے بہن کی مدد کرتے رہتے تھے۔

فہد انتہائی ذہین اور محنتی تھا۔ اس نے دو مہینے قبل ہی ایم بی اے میں پہلی پوزیشن لی تھی۔ وہ اب اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکا جانا چاہتا تھا۔ تعلیم کا تو صرف بہانہ تھا، وہ امریکا جا کر وہیں سیٹل ہونا چاہتا تھا۔ بچپن ہی سے اسے دولت مند بننے کا جنون تھا۔ وہ کسی بھی طرح راتوں رات دولت مند بننا

www.urdupalace.com

چاہتا تھا۔

اسے اپنی ماموں زاد نادیہ سے بھی بے انتہا محبت تھی۔ نادیہ بھی اسے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔ ان کی محبت دیکھ کر مشتاق احمد اور جمیلہ بیگم نے تین سال پہلے ان کی منگنی کر دی تھی۔ فہد اور نادیہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے۔

وہ نہا دھو کر باتھ روم سے نکلا تو نادیہ اس کے کمرے میں موجود تھی۔

وہ اسے دیکھ کر بولی۔ ''تمہیں ابو کی بات اچھی نہیں لگی نا؟''

''کون سی بات؟'' وہ بال سنوارتے ہوئے بولا۔

''وہی جاب والی؟'' نادیہ نے اسے غور سے دیکھا۔

''وہ... نہیں تو... مجھے تو بری نہیں لگی میں تو...''

''مجھ سے جھوٹ مت بولو مسٹر پرفیکٹ۔'' نادیہ نے کہا۔ ''میں تمہارے مزاج کے ہر رنگ، ہر روپ سے واقف ہوں۔''

''ہاں۔'' فہد نے طویل سانس لی۔ ''میں ابھی جاب نہیں کرنا چاہتا۔ میں...''

''جانتی ہوں کہ تم مزید پڑھنا چاہتے ہو، بہت آگے جانا چاہتے ہو۔''

''میں تمہیں بہترین زندگی دینا چاہتا ہوں نادی۔'' فہد نے کہا۔ ''میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ...''

''اچھا، تم پریشان مت ہو۔ میں ابو کو سمجھا دوں گی۔''

''نہیں۔'' فہد نے انکار کر دیا۔ ''تم ان سے کچھ مت کہنا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری کسی بات سے انہیں دکھ پہنچے۔ میں خود ہی کچھ کر لوں گا۔''

''فہد۔'' نادیہ نے آہستہ سے کہا۔ ''تم جتنی دیر لگاؤ گے، ہماری منزل اتنی ہی دور ہوتی جائے گی۔''

''بس تھوڑا سا صبر کرو مائی ڈیئر کزن۔'' فہد نے کہا۔ ''مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دو۔''

''مسئلہ میرا نہیں، پھپھو کا ہے۔'' نادیہ نے سر جھکا کر کہا۔

''اچھا تو آپ محض امی کی وجہ سے شادی کریں گی؟'' فہد نے ہنس کر کہا۔ ''اچھا بہانہ ہے۔ لڑکیوں کی تو زندگی کا

www.urdupalace.com

مقصد ہی شاید دلہن بننا ہوتا ہے۔''

''جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' نادیہ چڑ کر بولی۔ ''مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔'' وہ روٹھ کر جانے لگی۔

فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور محبت بھرے لہجے میں بولا۔ ''تمہیں شوق ہو یا نہ ہو، مجھے تو ہے۔ میں بھی تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھنے کو بے تاب ہوں۔ میں تمہارے بغیر ادھورا ہوں نادی... آئی لو یو۔''

نادیہ کی خوب صورت پلکیں شرم سے جھک گئیں۔

ماموں کا دل رکھنے کو فہد دوسرے دن ان کے آفس چلا گیا۔ مشتاق احمد کا دفتر ایک کثیر المنزلہ عمارت کے پانچویں فلور پر تھا۔

مشتاق احمد کا آفس بہت شاندار تھا۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بولے۔ ''عثمانی صاحب تھوڑی دیر پہلے تمہارے ہی بارے میں پوچھ رہے تھے۔ وہ اتنے مصروف آدمی ہیں، اس کے باوجود انہیں میری بات یاد تھی۔ تم بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ اپنی سیٹ سے اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد پیون اندر آیا اور اس نے کہا۔ ''سر! مشتاق صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔'' وہ فہد کو عثمانی صاحب کے کمرے میں لے گیا۔

عثمانی صاحب کا شاندار آفس اور قیمتی فرنیچر دیکھ کر فہد مزید مرعوب ہو گیا۔ عثمانی صاحب بہت باوقار شخصیت کے مالک تھے۔

مشتاق احمد، عثمانی صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے عثمانی صاحب سے کہا۔ ''سر! یہ ہے میرا بھانجا فہد۔''

فہد نے انہیں سلام کیا تو وہ بولے۔ ''بیٹھو بیٹا! مشتاق صاحب بتا رہے تھے کہ تم نے ایم بی اے میں فرسٹ پوزیشن لی ہے؟''

''جی ہاں۔'' فہد نے سر جھکا کر کہا۔

''آپ فہد کا انٹرویو لے لیں۔'' مشتاق نے کہا۔ ''میں بعد میں حاضر ہوں جاؤں گا۔''

''کیسا انٹرویو مشتاق صاحب؟'' عثمانی صاحب مسکرائے، پھر فہد سے بولے۔ ''بیٹا! تم بہت اچھے وقت پر آئے ہو۔ میں امریکا اور یورپ میں بھی اپنا آفس کھولنا چاہتا ہوں۔''

یہ سن کر فہد کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور اس نے پہلی دفعہ دلچسپی سے عثمانی صاحب کو دیکھا۔

''ہاں میاں، یہ بتاؤ سیلری کیا لو گے؟'' عثمانی صاحب نے اچانک پوچھا۔

''سر! میں ابھی اتنا تجربے کار نہیں ہوں کہ آپ سے کوئی مطالبہ کر سکوں۔'' فہد نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''بھئی مشتاق صاحب! آپ کا بھانجا تو بہت ذہین ہے۔ اس نے کس خوب صورتی سے بال دوبارہ میری طرف پھینک دی۔'' پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولے۔ ''فی الوقت میں تمہیں ڈیڑھ لاکھ روپے مہینا دے سکتا ہوں، ساتھ ٹیکس ہوم مع گاڑی۔''

فہد کی سانس سینے میں اٹک گئی۔ اس نے بمشکل کہا۔ ''ڈیڑھ لاکھ۔''

''بہت بہت شکریہ سر۔'' مشتاق احمد نے ممنونیت سے کہا۔

ان کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ فہد خود بھی بہت خوش تھا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ عثمانی صاحب اتنی شاندار تنخواہ دیں گے پھر گاڑی کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اس نے مشتاق احمد کی گاڑی پر ڈرائیونگ سیکھ ضرور لی تھی۔

زندگی اچانک ہی خوب صورت ہو گئی تھی۔ جب فہد جدید ماڈل کی چمچماتی ہوئی گاڑی میں بیٹھا تو بہت دیر تک تو اسے یقین نہیں آیا کہ یہ گاڑی اس کی ہے۔

جمیلہ بیگم، فہد کی شادی کی تیاریوں میں لگ گئیں۔

نادیہ کو یہ خوشی راس نہ آسکی۔ ایک دن مشتاق احمد سوئے تو پھر ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ ان کی حرکتِ قلب بند ہو گئی تھی۔

ان کی موت سے فہد کو بھی شدید صدمہ پہنچا تھا اور جمیلہ بیگم کے تو وہ بھائی تھے۔ نادیہ کی وجہ سے وہ اپنا غم بھول گئیں۔

عثمانی صاحب کو بھی مشتاق احمد کی موت کا بہت صدمہ تھا۔

آہستہ آہستہ زندگی پھر اپنی ڈگر پر آ گئی۔ فہد بہت کم وقت میں عثمانی صاحب کا اعتماد جیتنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ عثمانی صاحب نے چھ ہی ماہ میں اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ فہد اب اکثر ان کے گھر بھی جانے لگا تھا۔

وہیں پہلی دفعہ فہد کی ملاقات عثمانی صاحب کے بیٹے طارق سے ہوئی۔ طارق پیدائشی طور پر معذور تھا اور وہیل چیئر پر تھا۔ وہ اپنی اس معذوری سے شدید احساسِ کمتری میں مبتلا تھا۔ آہستہ آہستہ طارق اس سے بے تکلف ہو گیا۔ اب وہ ہر چھٹی کے دن عثمانی صاحب کے گھر جانے لگا تھا۔

جمیلہ بیگم کو بیٹے کا سہرا دیکھنے کی شدید آرزو تھی لیکن

www.urdupalace.com

بھائی کی موت کے باعث وہ مجبور ہوگئیں لیکن ان کی بدقسمتی کی انتہا تو یہ تھی کہ جب دوبارہ انہوں نے فہد کی شادی کی تیاریاں کیں تو خود بھی بھائی کے پیچھے روانہ ہوگئیں۔

جمیلہ بیگم کی موت نے فہد کی دنیا اندھیر کر دی۔ وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس موقع پر اگر نادیہ نہ ہوتی تو شاید فہد سنبھل نہ پاتا۔ نادیہ نے ہر ہر لمحے فہد کی دلجوئی کی، اس میں پھر سے جینے کی امنگ پیدا کی۔

وقت کے ساتھ ساتھ فہد بھی سنبھل گیا۔

فہد اور نادیہ کا دور و نزدیک کا کوئی رشتے دار نہیں تھا اس لیے اس تنہا گھر میں صرف وہ دونوں تھے۔ فہد نے اس تنہائی کا کبھی بھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ نادیہ اس کے ساتھ رہتی ضرور تھی لیکن اپنا کمرا اندر سے لاک کر کے سوتی تھی۔

ایک دن فہد نے جھنجلا کر کہا۔ ''رات میرے سر میں شدید درد تھا۔ مجھے سر درد کی گولیاں نہیں مل رہی تھیں اور مہارانی اپنا کمرا لاک کیے مزے سے سو رہی تھیں۔''

''تو مجھے اٹھا دیتے۔'' نادیہ نے ہنس کر کہا۔

''یار! ایک بات بتاؤ۔'' فہد منہ بنا کر بولا۔ ''یہ تم اپنا کمرا لاک کیوں کرتی ہو، کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟''

''مجھے خود پر اعتماد نہیں ہے۔'' نادیہ نے سر جھکا کر کہا۔ ''تم کیا سمجھتے ہو، صرف تمہارے ہی جذبات ہیں۔ میں بھی تو جذبات کے ہاتھوں بے قابو ہو سکتی ہوں۔'' پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ''تم اب کیا انتظار کر رہے ہو، دوری کی اس دیوار کو گرا کیوں نہیں دیتے؟''

''ابھی تو میں آفس جا رہا ہوں۔'' فہد ہنس کر بولا۔ ''واپسی میں اس دیوار کو ڈھانے کی کوشش کروں گا۔''

''مذاق میں مت ٹالو فہد۔'' نادیہ نے کہا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں ڈیئر کزن۔'' فہد نے کہا اور اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر نکل گیا۔

پھر فہد ایک کاروباری دورے پر کوریا اور ملائیشیا چلا گیا اس لیے نادیہ سے بات کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

وہ لوٹا تو اس نے عثمانی صاحب کو کامیابی کی نوید سنائی۔ عثمانی صاحب بھی خوش ہو گئے اور بولے۔ ''تم نے میرا مان رکھ لیا فہد! کمپنی کے کئی سینئر افسران کا خیال تھا کہ تمہاری وجہ سے یہ دورہ ناکام ہو جائے گا لیکن اب میں فخریہ انداز میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا فیصلہ غلط نہیں تھا۔''

اچانک ان کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو انہوں نے ریسیور اٹھایا اور بولے۔ ''یس، ہاں بات کراؤ... وعلیکم السلام... ہاں اکرم... کیا... اچھا، میں ابھی پہنچتا ہوں۔''

انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ شدید پریشانی کے عالم میں تھے۔

''سر! خیریت تو ہے؟'' فہد نے پوچھا۔ ''آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے؟''

''اکرم کا ٹیلی فون تھا۔'' فہد جانتا تھا کہ اکرم ان کا گھریلو ملازم ہے۔ ''وہ بتا رہا تھا کہ طارق وہیل چیئر سمیت سیڑھیوں سے گر گیا ہے۔''

''چلیے، میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔'' فہد نے کہا۔

وہ لوگ گھر پہنچے تو اکرم ڈاکٹر کو بلا چکا تھا اور طارق بیڈ پر لیٹا تھا۔

ڈاکٹر نے عثمانی صاحب کو بتایا کہ مسٹر طارق معمولی زخمی ہوئے ہیں۔ وہ وہیل چیئر ہی کی وجہ سے بچ گئے۔ ان کی وہیل چیئر زینے کی لینڈنگ پر الٹ کر رک گئی تھی۔ ان کے ہاتھوں اور سر میں معمولی چوٹیں آئی ہیں۔''

طارق بیڈ پر لیٹا مسکرا رہا تھا۔ وہ بولا۔ ''سوری ڈیڈی! میری وجہ سے آپ کو...''

''اچھا، خاموش رہو۔'' عثمانی صاحب نے اسے پیار بھرے انداز میں ڈانٹا۔

طارق کی وجہ سے عثمانی صاحب بہت دل گرفتہ تھے۔ فہد نے اچانک کہا۔ ''سر! آپ طارق کی شادی کیوں نہیں کرا دیتے؟''

عثمانی صاحب نے چونک کر اسے دیکھا، پھر افسردگی سے بولے۔ ''کون اس معذور کو اپنی بیٹی دے گا؟ میں نے کوشش بھی کی تھی لیکن صاحب زادے بہت حسن پرست ہیں، انہیں خوب صورت اور پڑھی لکھی بیوی چاہیے۔''

فہد اس دن گھر پہنچا تو خاصا الجھا ہوا تھا۔ اس نے کھانا بھی برائے نام کھایا۔ نادیہ اس کے لیے کافی لے آئی اور بولی۔ ''کیا پریشانی ہے مسٹر پرفیکٹ؟''

''اوں... نہیں کچھ نہیں۔'' فہد چونک کر بولا۔

''تم جانتے ہو کہ میں تمہارے مزاج کے ہر رنگ، ہر روپ سے واقف ہوں... مجھ سے مت چھپاؤ، بتاؤ کیا پریشانی ہے؟''

''کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' فہد نے سرد لہجے میں کہا۔ ''اور کوئی پریشانی ہے بھی تو تم دور نہیں کر سکتیں۔''

''تم مجھے بتاؤ تو سہی۔'' نادیہ نے پوچھا۔

''میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔'' فہد نے بات بنائی۔ ''تم ذرا میرا سر دبا دو۔''

www.urdupalace.com

نادیہ اس کا سر دبانے لگی اور بولی۔ ''اب بتاؤ کیا بات ہے؟''

''کوئی بات نہیں ہے۔'' فہد نے کہا۔ ''بس آفس کی کچھ پریشانی ہے۔'' نادیہ خاموش ہوگئی۔

نادیہ کے جانے کے بعد بھی فہد بہت دیر تک سوچتا رہا۔ وہ عجیب الجھن میں پڑ گیا تھا۔ اس کا دولت مند بننے کا جنون اب پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا تھا۔ اس کی سوچ بھی مجرمانہ تھی، وہ نادیہ کو یہ سب کیسے بتا سکتا تھا لیکن اسے بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ نادیہ ہی تو اس الجھن کا بنیادی کردار تھی۔

وہ یہی سوچتا سوچتا سو گیا۔

نادیہ بھی جاگ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ بات یہ نہیں ہے، فہد کا مسئلہ کچھ اور ہے۔ خیر، میں بھی اس سے معلوم کر کے رہوں گی۔

صبح ناشتے کی میز پر فہد اور نادیہ دونوں ہی اپنی اپنی سوچ میں گم تھے۔

نادیہ نے اس کی طرف دیکھا اور چونک کر بولی۔ ''فہد! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے، کیا آفس سے چھٹی کا ارادہ ہے؟''

''ہاں یار! آج میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آج میں تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' نادیہ پھر چونکی۔

''مطلب یہ کہ آج چھٹی انجوائے کروں گا، تم سے ڈھیروں باتیں کروں گا۔ تمہیں کچھ یاد ہے، آخری دفعہ ہماری تفصیل سے کب بات ہوئی تھی؟''

''اچھے بچوں کی طرح آفس جاؤ۔ ابھی تفصیل سے بات کرنے کا وقت نہیں آیا۔'' نادیہ نے ہنس کر کہا۔

''میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔'' فہد نے اچانک بات شروع کر دی۔ ''مجھے اور تمہیں دولت مند بننے کا ایک سنہرا موقع ملا ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم مشکل سے ایک سال میں ارب پتی بن سکتے ہیں۔''

''تم نے پھر خواب دیکھنا شروع کر دیے۔ ہم اب بھی لاکھوں بلکہ کروڑوں سے بہتر ہیں۔ اللہ نے ہمیں سب کچھ تو دے دیا ہے۔ اپنا گھر ہے، بہترین گاڑی ہے اور تمہاری بہترین جاب ہے، اب اور کیا چاہیے؟''

''احمق ہو تم۔'' فہد منہ بنا کر بولا۔ ''اگر تم نے میری بات مان لی تو اپنے جیسے لوگ تو میں خود ملازم رکھ لوں گا۔ اس ڈھائی لاکھ روپے کی تنخواہ میں کیا رکھا ہے۔ کہاں ڈھائی لاکھ اور کہاں سو کروڑ یعنی ایک ارب روپے مہینا۔''

''ایسی کون سی لاٹری نکلنے والی ہے؟'' نادیہ بھی کچھ سنجیدہ ہوگئی۔

''لاٹری ہی سمجھو نادی، بس تمہارا تعاون چاہیے، تمہاری رضامندی چاہیے میری پیاری بیوی۔'' پھر وہ جلدی سے بولا۔ ''ہونے والی۔''

''میری پیاری بیوی'' کے الفاظ سن کر نادیہ کے کانوں میں شہنائیاں بجنے لگی تھیں۔ وہ تو نہ جانے کب سے فہد کی پیاری بیوی بننے کی حسرت میں زندہ تھی۔ وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''دیکھو فہد! اس قسم کے راتوں رات امیر بننے کی خواہش انسان سے جائز اور ناجائز کی تمیز چھین لیتی ہے۔''

''پہلے تم وعدہ کرو کہ میرا ساتھ دو گی؟'' فہد نے کہا۔

اب اس بحث کا آخری مرحلہ آنے والا تھا۔

نادیہ چند لمحے تک سوچتی رہی، پھر بولی۔ ''میں تیار ہوں، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''مجھے غلط مت سمجھنا نادیہ، اس سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا کہ میں تمہارے بغیر ادھورا ہوں۔ میں تمہیں اپنی ذات سے بڑھ کر چاہتا ہوں۔''

''میرے بغیر تم تو ادھورے رہو گے، میں پوری مر جاؤں گی۔'' نادیہ نے کہا۔

''نادیہ... میں چاہتا ہوں کہ... تم... تم...''

''آگے بھی بولو۔'' نادیہ ہنس کر بولی۔ ''میں کیا؟''

''چاہتا ہوں کہ... تم شادی کر لو۔''

نادیہ نے طویل سانس لی اور ہنس کر بولی۔ ''یہ بات تو میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے شادی کر لو۔''

''مجھ سے نہیں... تمہیں... طارق سے... شادی کرنا ہوگی۔'' فہد نے گویا دھماکا کر دیا۔

نادیہ سکتے کی سی حالت میں اسے دیکھنے لگی، پھر بولی۔ ''کیا؟... کیا کہا تم نے؟'' یہ کہہ کر وہ بے تحاشا ہنسنے لگی۔ ''بس بہت مذاق ہوگیا فہد، اب سنجیدہ ہو جاؤ۔''

''میں سنجیدہ ہوں جان۔'' فہد نے کہا۔ ''اتنا سنجیدہ تو میں زندگی میں کبھی نہیں ہوا۔''

''ہاں، تو اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' نادیہ نے اسے گھورا۔

''تم عثمانی صاحب کے بیٹے طارق سے شادی کر لو۔''

''تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ میں اس معذور سے کیوں شادی کر لوں؟''

www.urdupalace.com

''ہاں، اب تم نے بنیادی سوال کیا ہے۔'' فہد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

نادیہ نے غور سے اسے دیکھا، پھر بولی۔ ''اگر تم سنجیدہ ہو تو مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم مجھ سے ایسی بات کر رہے ہو؟''

''تم پوری بات سنو گی تو تمہیں یقین آجائے گا۔ اگر تم نے طارق سے شادی کر لی تو ہم زیادہ سے زیادہ ایک سال میں ارب پتی ہو جائیں گے۔''

''اور ارب پتی کیسے ہو جائیں گے ذرا یہ بھی بتا دو؟''

''اس بات کو یوں سمجھو، شادی کے بعد نہ عثمانی صاحب رہیں، نہ طارق تو پھر اربوں روپے کی وہ دولت اور بزنس کسے ملے گا؟ طارق کی بیوی کو ملے گا نا؟''

''تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے تمہیں ان دونوں کی موت کا علم ہے۔''

''ہاں، مجھے علم ہے۔'' فہد جھنجلا کر بولا۔ ''میں انہیں زندہ رہنے دوں گا تو وہ رہیں گے نا۔''

''فہد...!'' نادیہ کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

''تم... تم... نہیں۔''

''تم اس کی فکر مت کرو نادیہ۔'' فہد نے کہا۔ ''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک سال کے اندر اندر میں عثمانی اور طارق دونوں سے تمہاری جان چھڑوا دوں گا۔''

''کیا تم واقعی یہ چاہتے ہو؟'' نادیہ اب بھی بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

''ہاں، ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔'' فہد جھنجلا گیا۔

''تم تو مجھ سے محبت کے دعوے کرتے رہے ہو بلکہ ابھی کچھ دیر پہلے بھی کر رہے تھے۔'' نادیہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''یہی ہے تمہاری محبت؟''

''میری محبت تو پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ جائے گی اگر تم میری بات مان لو گی۔''

''اور اگر میں انکار کر دوں تو؟'' نادیہ نے سرد لہجے میں کہا۔

''تو پھر میرا جواب بھی سن لو، تمہارے انکار کے بعد ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔''

''فہد!'' نادیہ چیخ کر بولی۔

''میں اپنے دل پر پتھر رکھ لوں گا لیکن اس لڑکی کو برداشت نہیں کروں گا جو مجھ سے محبت کا دعویٰ تو کرتی ہے، عمل نہیں کرتی۔''

اس کی بات پر نادیہ بلک بلک کر رونے لگی اور اچانک اٹھ کر فہد کے سینے پر گھونسے مارنے لگی، پھر روتے ہوئے بولی۔ ''میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی فہد! مجھے اپنے ہاتھوں سے مار دو۔''

''مجھے مارنے کا کام تو تم کر رہی ہو۔'' فہد نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' نادیہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اترن پہننے کا اتنا ہی شوق ہے تو میں راضی ہوں۔''

فہد نے بے اختیار اسے سینے سے لگا لیا اور بولا۔ ''یہ جدائی تو عارضی جدائی ہوگی۔ پھر ہم ملیں گے، کبھی نہ بچھڑنے کے لیے، اس وقت ہماری دنیا ہی الگ ہوگی۔''

''آج کے بعد ایک نئی نادیہ جنم لے گی۔'' نادیہ نے کہا۔ ''دو حصوں میں بٹی ہوئی نادیہ۔''

''ایسا کیوں سوچتی ہو جان، تم میری ہو صرف میری ہی رہو گی۔''

''جاؤ، پھر عثمانی صاحب سے کہہ دو کہ میں ان کے معذور بیٹے سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے میں آگئی اور دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ اپنے بیڈ پر گر کر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

☆☆☆

عثمانی صاحب کے چند دوستوں اور دفتری عملے کی موجودگی میں نادیہ اور طارق کی شادی ہوگئی۔ فہد کی ہدایت کے مطابق نادیہ نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ مشتاق احمد کی بیٹی ہے۔ نکاح کے وقت عثمانی صاحب کچھ چونکے تھے۔ پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ اس نام کے تو لاکھوں لوگ ہوں گے۔ ضروری تو نہیں کہ یہ وہی مشتاق احمد ہوں۔ فہد بھی اس نکاح میں شریک تھا۔ اس نے عثمانی صاحب کو یہ بتایا تھا کہ نادیہ اس کے ایک شناسا کی بیٹی ہے۔ ایک سال پہلے اس شناسا کا انتقال ہو چکا ہے۔

نادیہ کو رخصت کر کے فہد واپس گھر آیا تو گھر اسے کاٹنے کو دوڑنے لگا۔ اسے جمیلہ بیگم کا خیال آیا۔ اس نے تصور میں دیکھا کہ وہ غصے میں بھری ہوئی اسے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہی ہیں۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

اچانک اس کے کانوں میں مشتاق احمد کی آواز گونجی۔ ''فہد! تو نے میری بیٹی کو بھی بازار کی جنس بنا دیا۔ اسے بیچ دیا دولت کی خاطر۔'' فہد گھبرا کر گھر سے باہر نکل گیا اور پیدل ہی بے مقصد گھومتا رہا۔

دوسرے دن آفس میں عثمانی صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وہ بہت خوش تھے اور فہد کے احسان مند تھے

www.urdupalace.com

کہ اس نے اتنی خوب صورت اور پڑھی لکھی لڑکی کو ان کی بہو بنایا۔

شام کو طارق نے اصرار کر کے اسے گھر بلا لیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے جانا پڑا۔ طارق تو خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی نادیہ بیٹھی تھی۔ اس پر بھی خوب روپ چڑھا تھا۔ فہد، نادیہ سے تنہائی میں بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن اسے موقع نہیں مل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے نادیہ کو کچن کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ موقع دیکھ کر اس کے پیچھے لپکا اور کچن میں پہنچ گیا۔

آہٹ پا کر نادیہ مڑی اور اسے درشت انداز میں گھورا۔ ''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' اس کا لہجہ بھی سرد تھا۔

''تم یہاں خوش تو ہو مائی ڈیئر کزن؟''

''میں یہاں بہت خوش ہوں۔'' نادیہ نے کہا۔ ''آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''نادیہ! تم مجھ سے کس انداز میں بات کر رہی ہو؟'' فہد نے تلخ لہجے میں کہا۔

''آپ بھی تمیز سے بات کریں۔'' نادیہ نے درشت لہجے میں کہا۔ ''میں آپ کے باس کی بہو ہوں، سمجھے۔''

فہد چند لمحے اسے گھورتا رہا، پھر بولا۔ ''اچھا مذاق ہے۔ میں تمہیں...''

''مسٹر فہد!'' نادیہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں نے کہا ہے کہ تمیز سے بات کریں۔ میں اب مسز طارق عثمانی ہوں۔ آپ میرے ملازم ہیں اس لیے ملازموں کی طرح رہیں۔''

''میں تو شروع سے تمہارا غلام ہوں نادی۔'' فہد نے جذباتی ہو کر کہا۔

''مر گئی وہ نادیہ۔'' نادیہ چیخ کر بولی۔ ''آپ نے خود ہی اپنی محبت کو سکوں میں تول دیا۔ اب پلیز یہاں سے جائیں اور آئندہ یہاں آنے کی زحمت مت کیجیے گا۔ جب آپ دولت کی خاطر مجھے بیچ سکتے ہیں تو میں بھی دولت کے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں۔ آپ ہی کہتے تھے نا کہ پیسا ہی سب سے بڑی سچائی ہے، سب سے بڑی قوت ہے۔ بس اب آپ یہاں سے جائیں۔''

فہد دل گرفتہ سا وہاں سے واپس آ گیا۔ طارق اسے کھانے کے لیے روکتا رہا لیکن وہ ضروری کام کا بہانہ کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔

گھر آ کر وہ نادیہ کے طرزِ عمل کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر اس نے سوچا، نادیہ بہت ذہین ہے۔ وہ مجھ سے ایسا سلوک اس لیے کر رہی ہے کہ میں اسے جلد از جلد طارق سے نجات دلا دوں۔ مجھے اب جو کچھ کرنا ہوگا، بہت جلد کرنا ہوگا۔

''جلدی میں کہیں کام بننے کے بجائے بگڑ نہ جائے۔'' اس کے اندر سے آواز آئی۔ مجھے بہت محتاط ہو کر سب کچھ کرنا ہوگا۔ اور جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ نادیہ بالآخر مجھے ہی ملے گی۔ اس نے مطمئن ہو کر سوچا۔

اب اسے عثمانی صاحب کی بھی کوئی پروا نہیں تھی۔ عثمانی صاحب اس پر اندھا اعتماد کرنے لگے تھے اس لیے کمپنی کے کئی اکاؤنٹس فہد ہی آپریٹ کرتا تھا۔ آصف علی صاحب اس کمپنی کے چیف اکاؤنٹنٹ تھے۔ پہلے تو وہ بھی محتاط رہے لیکن شروع شروع میں فہد نے بہت دیانت داری سے کام کیا۔ عثمانی صاحب بھی اس سے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ فہد، آصف تمہاری دیانت کی بہت تعریف کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ فہد صاحب ایک ایک پیسے کا حساب رکھتے ہیں۔

کمپنی کا آڈٹ ہوا تو فہد نے جو پیسے خرچ کیے تھے، ان کا پورا حساب موجود تھا۔

اب فہد اکاؤنٹ سے بڑی بڑی رقمیں نکالنے لگا۔ اس نے دو ماہ کے اندر اندر کمپنی کے اکاؤنٹ سے کئی کروڑ نکال کر اپنے اکاؤنٹ میں منتقل کر لیے۔ آفس کے ہر ڈپارٹمنٹ میں اس کی رسائی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ کسی وقت موقع دیکھ کر اکاؤنٹس کا ریکارڈ بھی غائب کر دے گا۔ آڈٹ ہوگا تو آصف صاحب پھنسیں گے۔

ایک دن موقع دیکھ کر اس نے ریکارڈ غائب کر دیا۔

آصف صاحب گھبرائے ہوئے اس کے پاس آئے اور بولے۔ ''فہد صاحب! اکاؤنٹس کے تینوں رجسٹر غائب ہیں اور کمپیوٹر سے بھی سب کچھ ختم کر دیا گیا ہے۔ میں تو بہت مصیبت میں ہوں۔''

''آپ پریشان مت ہوں۔'' فہد نے کہا۔ ''آپ سب سے پہلے تو یہ خبر عثمانی صاحب کو دیں۔ اگر انہیں کسی اور کے ذریعے معلوم ہوا تو بات خراب ہو جائے گی۔''

''کہتے تو آپ ٹھیک ہیں۔'' آصف نے کہا۔ ''میں ابھی عثمانی صاحب سے بات کرتا ہوں۔''

اُن کے جانے کے بعد فہد کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد عثمانی صاحب نے اسے بلایا۔ وہ کچھ

www.urdupalace.com

پریشان نظر آرہے تھے۔ انہوں نے فہد سے کہا۔ ''کمپنی کے اکاؤنٹ سے بہت بڑی رقم غائب ہے۔''

''غائب ہیں؟'' فہد نے پوچھا۔

''ہاں، ان کا کوئی حساب نہیں مل رہا ہے۔ آصف صاحب کا ریکارڈ کھاتہ غائب ہے۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟'' فہد نے پریشان ہونے کی اداکاری کی۔ ''ریکارڈ یہاں سے کہاں جاسکتا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں میں دیکھتا ہوں۔''

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے فہد بہت خوش تھا۔ اس نے بہت آسانی سے کروڑوں کی رقم ہڑپ کر لی تھی۔

دو دن سکون سے گزر گئے۔ تیسرے دن آصف صاحب خوشی خوشی اس کے پاس آئے اور بولے۔ ''فہد صاحب! ریکارڈ کا مسئلہ حل ہوگیا۔''

''کیسے؟'' فہد نے چونک کر پوچھا۔

''آئی ٹی میں ایک لڑکا ہے حسن۔'' آصف صاحب نے کہا۔ ''وہ آئی ٹی کا ماہر ہے، یوں سمجھ لیں کہ وہ کمپیوٹر کا کیڑا ہے۔ میری پریشانی سن کر وہ بولا کہ آپ اتنی سی بات کے لیے پریشان ہورہے ہیں۔ میں چند منٹ میں اکاؤنٹ کا پورا حساب ری اسٹور کردوں گا۔ یہ تو بہت معمولی کام ہے۔''

فہد کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا نام بتایا آپ نے حسن؟''

''ہاں حسن رضا۔'' آصف صاحب نے بتایا۔ ''بہت ذہین لڑکا ہے۔''

ان کے جاتے ہی فہد نے جاوید کو کال کی اور بولا۔ ''یار! تجھ سے بہت ضروری کام ہے۔ شام کو میریٹ میں مل۔''

''یار! ضروری کام کے بغیر تو مجھے کب یاد کرتا ہے۔ چل کوئی بات نہیں، میں آٹھ بجے پہنچ جاؤں گا۔''

جاوید، فہد کا اسکول کے زمانے کا دوست تھا۔ وہ شروع ہی سے غلط لڑکوں کی صحبت میں پڑ گیا تھا۔ میٹرک میں اس نے بورڈ آفس سے پرچے چرانے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی سے پکڑا گیا۔ اسے چھ مہینے کی سزا ہوگئی۔ جیل جاکر تو وہ اور مشاق ہوگیا۔ وہاں اس کا رابطہ ایسے لوگوں سے ہوگیا جو اپنے اپنے فن میں طاق تھے۔

☆☆☆

فہد، جاوید کو ٹیلی فون کرکے فارغ ہوا تو اس کے ذہن سے خاصا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جاوید اسے اس الجھن سے نجات دلا دے گا۔ اسے کافی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ وہ کافی منگانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ انٹرکام کی بیل بج اٹھی۔

دوسری طرف عثمانی صاحب تھے۔ ''فہد، ذرا میرے روم میں آؤ۔'' انہوں نے اتنا کہہ کر انٹرکام رکھ دیا۔

فہد ایک مرتبہ پھر ٹینشن میں مبتلا ہوگیا۔ اب نہ جانے عثمانی صاحب کو کون سی نئی خبر ملی تھی؟ بہرحال جانا تو تھا۔

وہ عثمانی صاحب کے کمرے میں پہنچا تو ان کا موڈ خاصا خوش گوار تھا۔ انہوں نے فہد کو دیکھتے ہی بہت بے تکلفی سے کہا۔ ''آج کل کہاں مصروف رہتے ہو، مجھ سے بھی ملاقات نہیں ہوتی ہے؟''

''سر، کمپنی کے کام ہی اتنے ہیں، مجھے تو اکثر گھر جانے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ یوں بھی اکیلا آدمی ہوں، گھر جا کے کروں گا بھی کیا، اس لیے کمپنی کے جو کام التوا میں پڑے ہوئے ہیں، وہی نمٹاتا ہوں۔''

''ویسے آج تو تمہیں گھر چلنا پڑے گا۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔

''جی...... جی سر؟...... گھر؟'' فہد ایک دم گھبرا گیا۔

اس نے ایک ہفتے پہلے کمپنی کے اکاؤنٹ سے پانچ کروڑ مزید نکالے تھے جو اب تک اس کے بیڈ روم کی الماری میں موجود تھے۔ وہ کمپنی کے کاموں میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ اسے بینک جانے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ وہ سمجھا کہ شاید عثمانی صاحب کو کسی طرح اس رقم کا علم ہوگیا ہے۔ وہ اکاؤنٹنٹ آصف بھی کمپنی کے اکاؤنٹس پر چیل کی سی نظر رکھتا تھا۔ ''ممکن ہے اسی نے عثمانی صاحب کے کان بھرے ہوں۔'' فہد نے سوچا۔

''بھئی، تم کن سوچوں میں گم ہو گئے؟'' عثمانی صاحب کی آواز پر وہ چونک اٹھا۔

''کچھ نہیں سر...... میں سوچ رہا تھا......''

''نو ایکسکیوز۔'' عثمانی صاحب نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''آج طارق کی برتھ ڈے ہے۔ وہ خود تو کبھی اپنی سالگرہ مناتا نہیں تھا لیکن اس مرتبہ نادیہ نے ضد کرکے اسے سالگرہ منانے پر مجبور کردیا۔''

فہد نے سکون کی سانس لی۔ عثمانی صاحب اس کے گھر نہیں آرہے تھے بلکہ اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

''نادیہ کہتی ہے کہ طارق زندگی کے ہنگاموں میں

www.urdupalace.com

دلچسپی لیں گے تو ان کا دل بھی بہلے گا اور ان کا علاج بھی بہتر طریقے سے ہو سکے گا۔"

اسی وقت آصف دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا اور بولا۔ "سر، ہمارا بہت نقصان ہو جائے گا۔"

"ہاں، مجھے یاد آیا، آپ نے بتایا تھا نا کہ ہمارے آئی ٹی ڈپارٹمنٹ میں کوئی لڑکا ہے..... کیا نام ہے اس کا....."

"حسن سر!" آصف جلدی سے بولا۔

حسن کا نام سن کر فہد بری طرح چونک اٹھا۔

"تو پھر اسی کو لاہور بھیج دیں۔" عثمانی صاحب نے کہا، پھر فہد سے بولے۔ "ہماری لاہور برانچ آفس کا ایک ڈیٹا ڈیلیٹ ہو گیا ہے۔ جتنی تعریف آصف صاحب نے حسن کی، کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ حسن اسے جلدی بحال کر دے۔"

"سر، امید تو ہے۔" آصف جلدی سے بولا۔

"تو پھر اسے آج ہی لاہور روانہ کر دیں؟" آصف نے پوچھا۔

"فہد صاحب کو اگر حسن سے کوئی ضروری کام نہیں ہے تو آج ہی بھیج دیں۔" عثمانی صاحب نے کہا۔

"نو پرابلم سر!" فہد نے سکون کا سانس لیا۔ "لاہور برانچ کا کام زیادہ ضروری ہے۔"

فہد کو مزید کچھ دن کی مہلت مل گئی تھی۔ وہ یوں بھی آج جاوید سے نہیں مل سکتا تھا کہ اسے طارق کی برتھ ڈے پارٹی اٹینڈ کرنا تھی۔

عثمانی صاحب کی روانگی کے بعد فہد نے حسن کو بلایا اور اسے لاہور جانے کے بارے میں بتایا۔ پھر اس نے جاوید کو کال کی اور اسے بتایا کہ یار، آج میری ایک ضروری میٹنگ ہے۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔

کچھ دیر آفس میں بیٹھ کر وہ گھر روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

طارق کی سالگرہ میں شہر کے تمام ہی قابلِ ذکر لوگ موجود تھے۔ تقریب بہت شاندار تھی۔ فہد کی نظریں تو صرف نادیہ پر جمی ہوئی تھیں۔ آج تو وہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور لگ رہی تھی۔ اس پارٹی میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی موجود تھی لیکن سب کا حسن نادیہ کے سامنے ماند پڑ گیا تھا۔

نادیہ اس وقت مہمانوں کی تواضع میں تتلی کی طرح پورے ہال میں گھومتی پھر رہی تھی۔

فہد نے اس کو تنہا دیکھا۔ اس وقت نادیہ کسی کام سے کوریڈور میں آئی تھی۔ کوریڈور بالکل سنسان تھا۔ سارے ملازمین بھی اس وقت ہال کمرے میں موجود تھے۔ فہد نے اچانک اس کا راستہ روک لیا اور مسکرا کر بولا۔ "نادیہ! آج تو تم ہمیشہ سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

"میرا راستہ چھوڑیں مسٹر فہد!" نادیہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"اتنی اوور ایکٹنگ مت کرو نادیہ۔" فہد کچھ جھنجلا گیا۔ احتیاط اچھی چیز ہے لیکن....."

"تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے؟" نادیہ کا لہجہ اس مرتبہ درشت تھا۔

"میں جانتا ہوں، تم اس وقت غصے میں ہو لیکن فکر مت کرو۔ میں وعدے کے مطابق ایک سال میں تمہاری جان چھڑا دوں گا۔ پہلے عثمانی، پھر طارق۔" فہد مسکرایا۔ "دونوں آگے پیچھے عالمِ بالا کی طرف کوچ کر جائیں گے، اب تو ہنس دو۔"

نادیہ جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کسی لڑکی نے اسے آواز دی۔ اور نادیہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

عثمانی صاحب اس کی تلاش میں تھے۔ وہ بہت زیادہ پریشان بھی لگ رہے تھے۔

"سر، خیریت تو ہے؟"

"بیٹا، تم کہاں غائب ہو جاتے ہو۔ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے دوست ابراہیم موتی والا پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کی ہے۔ وہ میری ہی طرف آ رہے تھے۔"

"فائرنگ کی ہے؟" فہد چونک اٹھا۔ "ان کی دشمنی تھی کسی سے؟"

"سب سے بڑے دشمن تو یہ بھتا خور ہیں۔" عثمانی صاحب نے کہا۔ "پچھلے دنوں انہیں دس لاکھ روپے بھتے کی پرچی موصول ہوئی تھی۔ عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔"

"سیٹھ صاحب نے پولیس کو رپورٹ نہیں کی؟" فہد نے پوچھا۔

"کی تھی۔" عثمانی صاحب تلخی سے بولے۔ "پولیس نے انہیں یقین دہانی کرائی تھی کہ آپ کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے لیکن ہوا کیا؟ وہ بے چارہ شدید زخمی حالت میں اسپتال میں پڑا ہے۔ میں اب یہ پارٹی کینسل کر رہا ہوں۔"

www.urdupalace.com

''برتھ ڈے کا کیک کاٹا گیا اور عثمانی صاحب نے پارٹی کینسل کرنے کا اعلان کر دیا۔ وہاں آدھے سے زیادہ لوگ تاجر برادری کے تھے، سبھی کو اس واقعے کا افسوس تھا۔

اسی وقت فہد کی نظر نادیہ پر پڑی۔ وہ مہمانوں کو رخصت کر کے اندر آ رہی تھی۔ فہد نے ایک مرتبہ پھر اس کا راستہ روک لیا اور کہا۔ ''نادیہ! میں یہ کہہ.....''

''میرے راستے سے ہٹو فہد۔'' نادیہ نے بپھر کر کہا۔

''میری بات تو سن لو، پھر غصہ کر لینا۔ اب ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔ بس اب تم غصہ تھوک دو۔''

اس کی بات سنے بغیر نادیہ تیزی سے اندر چلی گئی۔

فہد بھی جھنجلا گیا۔ وہ نادیہ کو بچپن سے جانتا تھا۔ وہ کسی بات پر ناراض ہوتی تھی تو ہفتوں اس کا موڈ خراب رہتا تھا۔ فہد نے بھی عثمانی صاحب سے اجازت لی اور بولا۔ ''سر! میں گھر جانے سے پہلے سیٹھ موتی والا کی عیادت کو جاؤں گا۔''

''ہاں بیٹا ضرور جاؤ۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''اب تو کاروباری حلقے میں تقریباً سبھی تمہیں پہچانتے ہیں۔''

دوسرے دن فہد دفتر پہنچا ہی تھا کہ اس کا انٹر کام بجا۔ دوسری طرف عثمانی صاحب کی آواز سن کر اسے حیرانی ہوئی۔ عثمانی صاحب عموماً ساڑھے گیارہ بجے تک آتے تھے۔ عملاً تو پورا دفتر انہوں نے فہد کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ آواز سے خاصے پریشان لگ رہے تھے۔ انہوں نے فہد کو فوری طور پر اپنے آفس میں بلایا تھا۔

فہد اُن کے کمرے میں پہنچا تو وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے۔ اس کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا۔ ''بیٹا! مجھے بھتے کی کال آئی ہے! کال کرنے والے نے مجھ سے بیس کروڑ روپے مانگے ہیں۔ وہ بھی کل تک، رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اس نے خوفناک نتائج کی دھمکیاں دی ہیں۔ دوسری افسوس ناک خبر یہ ہے کہ سیٹھ موتی والا آج صبح اسپتال میں انتقال کر گئے۔''

''اوہ۔'' فہد نے کہا۔ ''ویری سیڈ۔'' پھر وہ پُرتشویش لہجے میں بولا۔ ''سر! آپ نے پولیس سے رابطہ کیا؟''

''پولیس!'' عثمانی صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''ایسے موقعوں پر پولیس سوائے تسلی، دلاسوں اور بڑے بڑے دعوؤں کے سوا کچھ بھی نہیں کرتی۔'' پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائے۔ ''مجھے موت کا خوف نہیں ہے فہد بیٹا، مرنا تو ایک دن سب کو ہے لیکن مجھے ایسی موت پسند نہیں ہے۔''

''آپ پریشان مت ہوں انکل! میرا ایک دوست ڈی آئی جی کرائمز کا کزن ہے۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔ پولیس ہر صورت میں آپ کی حفاظت کرے گی۔''

فہد انہیں کسی حد تک مطمئن کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اس کا کام خود بہ خود آسان ہو گیا تھا۔ اس نے عثمانی صاحب سے جھوٹ بولا تھا۔ اس کا کوئی دوست ڈی آئی جی کرائمز کا کزن نہیں تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھ کر مستقبل کے سہانے خواب دیکھنے لگا۔ عثمانی صاحب بااصول آدمی تھے۔ وہ بھتے کے نام پر بیس کروڑ تو کیا بیس روپے بھی نہیں دیتے اور اس نامعلوم بھتا خور کے ہاتھوں مارے جاتے۔ پھر اس کے راستے میں صرف طارق تھا۔ اسے ٹھکانے لگانا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اس نے سوچا، بس چند مہینے کی بات ہے پھر نادیہ ہو گی اور عثمانی صاحب کی بے اندازہ دولت۔

☆☆☆

بابر نے اپنی ہیوی بائیک پارکنگ میں کھڑی کی اور بلڈنگ کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ یہ صدر کی ایک .... سال خوردہ عمارت تھی۔ گراؤنڈ فلور پر الیکٹرانک کی دکانیں تھیں۔ دکانوں سے باہر الیکٹرانک آئٹمز، تھیلے پر فروخت کرنے والوں نے آدھی سے زیادہ سڑک روک رکھی تھی۔

بابر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا کیونکہ عمارت میں لفٹ نہیں تھی۔ بابر کا آفس چھٹے فلور پر تھا۔ آفس کیا بڑا سا ایک کمرا تھا جسے مالک نے درمیان میں پارٹیشن کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اندرونی حصے میں ایک طرف چھوٹا سا ایک کچن تھا جہاں گیس نہیں تھی اس لیے چائے وغیرہ بنانے کے لیے بابر کو سلنڈر استعمال کرنا پڑتا تھا۔

بابر نے کچن کے سامنے لکڑی کا ایک مزید پارٹیشن لگا کر اس کی بدصورتی چھپانے کی کوشش کی تھی۔ کمروں میں اس نے کارپٹ ڈال لیا تھا تاکہ گندہ فرش چھپ سکے۔ سامنے کے حصے میں اس نے سیکریٹری کے لیے ایک ٹیبل، کرسی ڈال دی تھی۔ ایک طرف پرانا سا لیکن خوب صورت صوفہ سیٹ تھا۔ اندرونی کمرے میں بابر خود بیٹھتا تھا۔ سیکریٹری کا کمرا عموماً خالی رہتا تھا کیونکہ سیکریٹری سرے سے تھی ہی نہیں، اس کرسی پر عموماً بلال بیٹھ جاتا تھا۔

بابر چھ مہینے پہلے تک پولیس انسپکٹر تھا۔ اس کی محنت اور صلاحیت دیکھتے ہوئے محکمے نے اسے نہ صرف بہت جلد ترقی دی تھی بلکہ اسے خصوصی کمانڈو ٹریننگ بھی دلوائی تھی۔

اس کی بنیادی ''خرابی'' یہ تھی کہ وہ رشوت کو حرام

www.urdupalace.com

سمجھتا تھا۔ نہ وہ خود رشوت کھاتا تھا نہ دوسروں کو کھانے دیتا تھا۔ اس قسم کے لوگ پولیس سروس کے لیے انتہائی ناموزوں سمجھے جاتے ہیں۔

بالآخر اس نے تنگ آکر پولیس کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔

نئی ملازمت کے لیے مختلف کمپنیز میں سیکیورٹی آفیسر کے لیے اپلائی کیا لیکن وہاں کام گدھوں کی طرح لیا جاتا تھا اور تنخواہ کے نام پر اتنے پیسے ملتے تھے کہ اس کا مہینا بھی بمشکل تمام گزرتا تھا۔

آخر تنگ آکر اس نے تین مہینے پہلے صدر کے علاقے میں یہ آفس لے کر اپنی سیکیورٹی ایجنسی کھول لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ شہر کے بڑے بڑے کاروباری لوگ اس کی صلاحت سے واقف ہیں اور چند ہی مہینے میں اس کا کام چل پڑے گا۔

بلال پولیس میں اے ایس آئی تھا۔ بابر ہی کی طرح وہ بھی محتوب تھا۔ اس نے بابر کے ساتھ کام کرنے کی خواہش ظاہر کی تو بابر نے کہا۔ ''دیکھو بلال! ابھی سیلری کے نام پر میں تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکوں گا۔ ہاں، جب ہمارا کام چل نکلے گا تو.....''

''میں جانتا ہوں سر!'' بلال مسکرایا۔ 'میں بس آپ کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔''

یوں بلال بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بلال بھی اس کی طرح خاصا ذہین اور پُرجوش افسر تھا۔ ایمان داری کا مرض اسے بھی لے لاحق تھا۔

بابر آفس جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اس کے سیل فون کی بیل بج اٹھی۔

''السلام علیکم! یو پرڈ سیکیورٹی ایجنسی۔'' بابر نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''بابر صاحب بول رہے ہیں؟'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی ہاں، بول رہا ہوں۔'' بابر نے حیرت سے جواب دیا۔ بولنے والا اس کا نام بھی جانتا تھا۔

''میں عثمانی گروپ آف کمپنیز سے بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو کیا آپ ہمارے آفس آسکتے ہیں۔ ہمارے سی ای او عثمانی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''جی! وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں، اگر آپ کے پاس ٹائم ہو تو ابھی آجائیں۔ عثمانی صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اوکے، میں بیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔'' بابر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی وقت بلال آفس میں داخل ہوا۔ اس نے بابر کو عجلت میں دیکھ کر پوچھا۔ ''سر، کہیں جا رہے ہیں آپ؟''

''ہاں یار۔'' بابر نے کہا۔ ''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ہمیں کام ملنے والا ہے۔ اس نے جیکٹ کی زپ بند کرتے ہوئے کہا۔ بغلی ہولسٹر تو وہ پہلے ہی لگا چکا تھا۔

''سر! کوئی بڑا کلائنٹ ہے؟''

''بڑا نہیں، بہت بڑا ہے۔'' بابر نے کہا۔ ''لیکن میں ابھی سے اسے کلائنٹ نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو وہاں سے واپسی ہی پر معلوم ہو گا کہ عثمانی صاحب کلائنٹ ہیں یا کسی مشورے کے سلسلے میں بلایا ہے؟''

''عثمانی صاحب؟'' بلال نے حیرت سے کہا۔ ''عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے سی ای او؟''

''ہاں، یار! ابھی ان ہی کے آفس سے کال آئی تھی۔'' یہ کہہ کر اس نے دروازے کی طرف قدم بڑھایا۔

''وش یو بیسٹ آف لک سر!'' بلال نے ہنس کر کہا۔

بابر نے اپنی ہیوی بائیک نکالی، ہیلمٹ لگایا اور تیز رفتاری سے عثمانی صاحب کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

''یار، تو مجھ سے آج شام میریٹ میں مل لے۔ بقیہ بات وہیں ہو گی۔'' فہد نے جاوید سے کہا۔ حسن لاہور سے واپس آنے والا تھا اور فہد خطرے کی اس تلوار کو جلد از جلد ہٹانا چاہتا تھا۔

اسی وقت انٹرکام پر عثمانی صاحب نے اسے اپنے آفس میں طلب کر لیا۔

''ایک تو یہ بڈھا جان کو آ گیا ہے۔ نہ خود فارغ بیٹھتا ہے، نہ کسی کو بیٹھنے دیتا ہے۔'' فہد بڑبڑایا اور عثمانی صاحب کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

وہ آفس میں داخل ہوا تو عثمانی صاحب تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے کمرے میں جیکٹ میں ملبوس ایک وجیہہ و شکیل نوجوان بھی موجود تھا۔ وہ کسرتی جسم کا مالک تھا اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔

فہد نے سر سے پاؤں تک بہ غور اس کا جائزہ لیا۔ جوابی طور پر اس نے بھی فہد کو گہری نظر سے دیکھا۔

''آؤ فہد۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''ان سے ملو۔

www.urdupalace.com

مسٹر بابر خان! یو پر ڈسیکیورٹی ایجنسی کے ایم ڈی ہیں۔ میں اپنی سیکیورٹی کے لیے ان کی خدمات حاصل کر رہا ہوں۔'' پھر وہ بابر سے مخاطب ہوئے۔ ''بابر صاحب! یہ کمپنی کے ایم ڈی اور میرے رائٹ ہینڈ مسٹر فہد ہیں۔''

''ہیلو سر!'' بابر نے اپنا ہاتھ فہد کی طرف بڑھا دیا۔

''ہیلو!'' فہد نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ بابر کے ہاتھ کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ اس کا ہاتھ بھی بہت مضبوط تھا۔

''سر! اگر آپ اجازت دیں تو میں بابر صاحب سے کچھ سوالات کر لوں؟''

''شیور!'' عثمانی صاحب نے ہنس کر کہا۔

''بابر صاحب! آپ کی سیکیورٹی ایجنسی کس لیول کی ہے، میرا مطلب ہے کہ آپ کمپنی پروفائل تو ضرور لائے ہوں گے؟''

''فہد صاحب! میں نے ابھی حال ہی میں بلکہ تین مہینے پہلے ہی اپنی سیکیورٹی ایجنسی شروع کی ہے اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے سی ای او میرے پہلے کلائنٹ ہیں۔''

''وہاٹ؟'' فہد نے ناگواری سے پوچھا۔ ''آپ نے حال ہی میں کمپنی شروع کی ہے۔ آپ کی سیکیورٹی کا کوئی سابقہ تجربہ بھی نہیں ہے۔ آپ کس کے ریفرنس سے یہاں آئے ہیں؟'' فہد کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ''مسٹر بابر! عثمانی صاحب ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں۔ انہیں دھمکی آمیز فون موصول ہو رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں تو ہمیں کسی انتہائی پروفیشنل شخص کی ضرورت ہوگی۔'' پھر وہ عثمانی صاحب سے مخاطب ہوا۔ ''سوری سر! میں بابر صاحب سے مطمئن نہیں ہوں۔''

''فہد!'' عثمانی صاحب مسکرائے۔ ''تم شاید بابر سے واقف نہیں ہو ورنہ ایسی بات کبھی نہ کرتے۔ بابر سابقہ پولیس آفیسر ہیں، بہترین کمانڈو ہیں۔ شہر کے جرائم پیشہ شخص ان کے نام سے کانپتے تھے اور آج بھی یقیناً کانپتے ہوں گے۔ ان کی کمپنی کی پروفائل نہ سہی لیکن ان کی ذاتی پروفائل میں درجنوں ایسے کیس ہیں جو دوسروں کے لیے ناممکن تھے۔ انہوں نے ہزار ملزمان سے زیادہ کو سلاخوں کے پیچھے پہنچایا ہے۔''

''اوہ، آئی سی۔'' فہد نے کہا۔ ''سوری مسٹر بابر، مجھے علم نہیں تھا کہ آپ اتنے باصلاحیت افسر رہ چکے ہیں۔''

''سر، فوری طور پر میں اجازت چاہوں گا۔'' بابر نے کہا۔ ''مجھے کچھ تیاری کرنا ہوگی۔ اس بھتا خور نے آپ کو چوبیس گھنٹے کا ٹائم دیا ہے۔ میں اس سے بہت پہلے یہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''بابر صاحب! آپ فوری طور پر اپنی ایجنسی کے دو بہترین گارڈز تو یہاں بھجوا ہی سکتے ہیں۔'' فہد نے کہا۔ ''اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ بابر کا نام اس نے بھی سن رکھا تھا لیکن فوری طور پر اسے یاد نہیں آیا تھا خیر فی الحال تو مجھے حسن کا بندوبست کرنا ہے۔ فہد نے سوچا، اس وقت تک جاوید، بابر کا بھی کوئی علاج سوچ لے گا۔

بابر جانے کے لیے کھڑا ہوا تو فہد کو اس کے دراز قد کا علم ہوا۔ وہ فہد سے بھی ایک ڈیڑھ انچ زیادہ ہی ہوگا۔ فہد خود بھی خاصا دراز قد تھا اور پابندی سے جم جاتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فہد بھی عثمانی صاحب سے اجازت لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ بابر کی شخصیت اتنی رعب دار تھی کہ فہد مرعوب ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر اس کے کریڈٹ پر بہت سے اِن کاؤنٹر بھی تھے۔ اگر اسے شبہ ہو جاتا کہ ملزم گرفتاری کے بعد سزا سے بچ جائے گا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑتا تھا۔

وہ اسی پریشانی کے عالم میں... جاوید سے ملنے میریٹ روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

بابر آفس پہنچا تو خوشی اس کے چہرے سے چھلکی پڑ رہی تھی۔ بلال اسے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ ''سر! لگتا ہے کہ آپ کی میٹنگ کامیاب رہی ہے۔''

''ہماری بسم اللہ بہت بڑے کلائنٹ سے ہوئی ہے۔'' بابر نے کہا۔ ''اب ہمیں ان پیسوں کو حلال کرنا ہے۔ عثمانی صاحب کو بھتے کے لیے گمنام ٹیلی فون کالز موصول ہو رہی ہیں اور انہیں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اب ہمیں ان کی حفاظت کرنا ہے۔ اب تم ایکشن میں آجاؤ۔ انہوں نے دس لاکھ کا چیک بھی دیا ہے۔''

اس نے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک بروشر نکالا۔ یہ عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کی پروفائل تھی۔ اس میں کمپنی کے سی ای او سے لے کر ایم ڈی، تمام ڈائریکٹرز، اکاؤنٹس منیجر اور تمام اسٹاف کا تعارف بھی تھا اور ان کی تعداد بھی۔

''یہ کمپنی کا ایم ڈی فہد ہے۔'' بابر نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ انتہائی ذہین اور باصلاحیت آدمی ہے۔ اس نے محض تین سال کے عرصے میں کمپنی کو بہت اوپر پہنچا دیا ہے۔ اس کے اسٹائل سے لگ رہا تھا کہ کمپنی میں اس کی

www.urdupalace.com

خاص پوزیشن ہے پھر عثمانی صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے کہ فہد میرا رائٹ ہینڈ ہے۔''

''لیکن اس کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''تم جانتے ہو کہ میری چھٹی حس بہت تیز ہے۔ جس انداز میں اس نے میری مخالفت کی ہے، اس پر مجھے شک ہے۔ تم ابھی عثمانی گروپ آف کمپنیز چلے جاؤ اور فہد پر نظر رکھو۔ اس کے ساتھ اس کے بارے میں مجھے مکمل رپورٹ بھی چاہیے۔''

''اوکے باس۔'' بلال اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا ریوالور پینٹ کی بیلٹ میں پیچھے کی طرف لگایا اور اوپر سے جیکٹ پہن لی اور اپنا ہیلمٹ اٹھا کر روانہ ہوگیا۔

وہ عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے ہیڈ آفس پہنچا تو فہد وہاں سے نکل چکا تھا یہ بات اسے آفس کے ایک سیکیورٹی گارڈ نے بتائی تھی۔ وہ لفٹ میں سوار ہوکر اوپر پہنچا۔ دفتر کی ریسپشنسٹ جا چکی تھی۔ اس کی جگہ پر کوئی نوجوان بیٹھا تھا۔

بلال جانتا تھا کہ فہد آفس میں موجود نہیں ہے۔ اس نے بلا جھجک اس نوجوان سے پوچھا۔ ''مجھے مسٹر فہد سے ملنا ہے۔''

''سر! مسٹر فہد تو ابھی تھوڑی دیر پہلے جا چکے ہیں۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

بلال نے پریشان ہونے کی اداکاری کی اور بڑبڑایا۔ ''یہ تو بہت برا ہوا۔ مجھے آج ہی ان سے ملنا تھا کیا آپ کو ان کے گھر کا ایڈریس معلوم ہے؟''

''میں تو عارضی طور پر یہاں بیٹھ گیا ہوں۔'' نوجوان نے کہا۔ ''ایسا کریں، آپ ڈائریکٹر اکاؤنٹس آصف صاحب سے مل لیں۔ وہ اس وقت آفس میں ہیں۔ انہیں فہد صاحب کا ایڈریس معلوم ہے۔''

''تھینکس مسٹر!''

بلال اس کا شکریہ ادا کرکے کوریڈور کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

''یار، یہ معاملہ تو الجھتا ہی جائے گا'' جاوید نے کہا۔ تو حسن کو راستے سے ہٹائے گا تو اس کی جگہ کوئی اور آجائے گا۔ شہر میں آئی ٹی کے ماہرین کی کمی نہیں ہے۔ آصف کو راستے سے ہٹائے گا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا لے گا پھر یا تو وہ تجھے ہمیشہ بلیک میل کرتا رہے گا یا پھر تیرا سارا کچھ چٹھا عثمانی کو بتا دے گا۔''

''تو پھر اس پرابلم کا کوئی حل بھی ہے تیرے پاس؟''

فہد جھنجلا کر بولا۔ ''میرا ذہن تو اس وقت کام نہیں کر رہا ہے، تو تو ان معاملات میں بہت شارپ ہے۔''

وہ دونوں میریٹ ہوٹل کے ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔

''میں عام طور پر لوگوں سے اتنی بات کرتا نہیں ہوں۔ نہ انہیں مشورے دیتا ہوں، صرف ان کے احکامات پر عمل کرتا ہوں۔'' جاوید نے منہ بنا کر کہا۔ ''لیکن تو چونکہ میرا دوست بھی ہے اور آڑے وقتوں میں میری مدد بھی کی ہے اس لیے تجھے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔ شاخوں کو صاف کرنے کے بجائے تو درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔''

''یار، صاف صاف بات کر۔'' فہد الجھ کر بولا۔ ''میں سمجھا نہیں، تو کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''تو اپنی کمپنی کے سی ای او کو راستے سے ہٹا دے۔''

جاوید نے بے نیازی سے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

فہد نے چونک کر اسے دیکھا، پھر بولا۔ ''یار! میں بھی چاہتا تو یہی ہوں لیکن یہ کام اب بہت مشکل ہوگیا ہے۔''

''اونہہ۔'' جاوید ترش لہجے میں بولا۔ ''تو شاید مجھے ہلکا لے رہا ہے۔ یہ کام ہمیشہ مشکل ہی ہوتا ہے۔ یہ تیرا مسئلہ نہیں ہے۔''

''ابھی کچھ دن ٹھہر جا۔'' فہد نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''تجھے ابھی فیصلہ کرنا ہوگا فہد ورنہ خطرے کی تلوار ہمیشہ تیرے سر پر لٹکی رہے گی اور کسی بھی وقت گر کر تیری گردن اُڑا دے گی۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

''ابھی اس لیے نہیں کہ عثمانی صاحب نے اپنی سیکیورٹی کے لیے بابر خان کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔''

''بابر خان!'' جاوید بری طرح چونکا۔ ''وہ اِن کاؤنٹر اسپیشلسٹ؟''

''ہاں، وہی۔'' فہد نے جواب دیا۔

''وہ پولیس میں واپس کیسے آگیا۔ اس نے تو پولیس کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا؟''

''وہ اب پولیس میں نہیں ہے۔'' فہد نے کہا۔ ''بلکہ اپنی ذاتی سیکیورٹی ایجنسی چلا رہا ہے۔''

جاوید کا جوش و خروش ماند پڑ گیا۔ وہ آہستہ سے بولا۔ ''یہ تو بہت بری خبر سنائی تو نے۔'' پھر وہ چونک کر بولا۔ ''اسے وہاں لایا کون ہے؟''

www.urdupalace.com

جائے گا۔ اسی دولت کے لیے تو میں نے نادیہ جیسی محبت کرنے والی لڑکی کو اس دلدل میں اتار دیا تھا۔

اس نے سیل فون اٹھایا اور جاوید کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

☆☆☆

''میں نے تو تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ حسن کو راستے سے ہٹانا اس پرابلم کا حل نہیں ہے۔'' جاوید نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔

وہ لوگ ایک دفعہ پھر میریٹ میں بیٹھے تھے۔

''اس کا صرف ایک ہی حل ہے۔'' جاوید نے کہا۔ ''عثمانی صاحب کو اوپر پہنچا دیا جائے۔''

''لیکن بابر، ان کی سیکیورٹی بابر کر رہا ہے اور.....''

''بابر کوئی سپر مین نہیں ہے۔'' جاوید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''میں نے اس کے بارے میں بھی معلومات کی ہیں پولیس چھوڑنے کے بعد اس نے صدر کے ایک وڈیرا نما فلیٹ میں اپنی سیکیورٹی ایجنسی کھولی ہے۔ وہ اس آفس کا سیکریٹری بھی خود ہے، اپنا اسسٹنٹ بھی خود ہے اور پیون بھی خود ہی ہے۔''

فہد جھنجلا کر بولا۔ ''میں اس وقت شدید ٹینشن میں ہوں جاوید، اگر تو ہٹا سکتا ہے تو اس بڈھے کو راستے سے ہٹا دے۔''

''بڈھے کو کب پھڑکانا ہے؟'' جاوید مطلب کی بات پر فوراً آ گیا۔

''جلد از جلد۔'' فہد نے کہا۔ ''مجھ سے اب مزید ٹینشن برداشت نہیں ہو گی۔ میں تجھے اس کام کے پچاس لاکھ روپے دوں گا۔''

''پچاس لاکھ؟'' جاوید کے چہرے پر ناگواری تھی۔

''تو عثمانی گروپ آف کمپنیز کے سی ای او کو راستے سے ہٹا رہا ہے یا کسی ریڑھی والے یا بھک منگے کو۔ میں اس کام کے پانچ کروڑ لوں گا۔''

''پانچ کروڑ؟'' فہد نے حیرت سے دہرایا۔ ''یہ تو بہت زیادہ ہیں جاوید! ہم پرانے دوست ہیں اور.....''

''اسی وجہ سے تو میں نے ڈسکاؤنٹ کیا ہے ورنہ اتنے معروف اور دولت مند لوگوں کو قتل کے دس کروڑ روپے بنتے ہیں۔'' وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ ''جلدی فیصلہ کر۔ مجھے ابھی ایک اور پارٹی سے بھی ملنا ہے۔ یہ کام تو کسی دوسرے پروفیشنل ٹارگٹ کلر سے کرا لے۔ ہو سکتا ہے، تیرا کام دس، پندرہ لاکھ ہی میں ہو جائے۔''

''یار، تیری پرانی کمینگی ابھی تک برقرار ہے۔'' فہد مسکرایا۔ ''ٹھیک ہے، میں تجھے پانچ کروڑ دوں گا لیکن کام اتنی صفائی سے ہونا چاہیے کہ.....''

''اس کی تو فکر مت کر۔ ہاں تو شاید یہ بھول رہا ہے کہ میں ففٹی پرسنٹ ایڈوانس بھی لیتا ہوں۔''

''مجھے یاد ہے۔'' فہد نے کہا اور اپنا بریف کیس اٹھا کر چیک بک نکال لی۔ وہ اسے چیک دے کر بولا۔ ''کام کرنے سے پہلے مجھے انفارم ضرور کر دینا۔''

''اس کی تو فکر مت کر۔'' جاوید نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے میں پرسوں ہی یہ کام کر لوں۔''

☆☆☆

بابر حسب معمول دفتر میں موجود تھا کیونکہ ابھی تک عثمانی صاحب بھی موجود تھے۔

اچانک فہد کے سیل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی۔ جاوید کی کال تھی۔ اس کے کمرے میں اس وقت کوئی نہیں تھا لیکن اس کے دل میں چور تھا اس لیے اس نے غیر شعوری طور پر اردگرد دیکھا، پھر آہستہ سے بولا۔ ''ہیلو۔''

''آج میں آپریشن کر رہا ہوں۔ میں اپنے آدمی کے ساتھ دفتر کے باہر موجود ہوں۔ بڈھا جیسے ہی باہر نکلے گا۔ میں اس کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ اپنا سیل فون فری رکھنا، مشکل سے ایک گھنٹے میں تمہیں خوش خبری سناؤں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

فہد کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر بابر کی طرف دیکھا۔ وہ بھی کسی سے سیل فون پر بات کر رہا تھا۔

اسی وقت عثمانی صاحب اپنے کمرے سے باہر نکل کر کوریڈور سے گزرے۔ ان کے پیون کے ہاتھ میں ان کا بریف کیس تھا۔ وہ باہر جانے کے بجائے فہد کے کمرے کی طرف آئے تو فہد خود باہر نکل آیا۔

''فہد!'' عثمانی صاحب نے اس سے کہا۔ ''طارق کی طبیعت صبح سے خراب ہے۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ کوریا کی پارٹی کا ایک ضروری ٹیلی فون آئے گا۔ تم اس سے پہلے آفس سے مت نکلنا۔''

''او کے سر۔'' فہد نے کہا۔ ''میں تو ابھی آفس ہی میں بیٹھوں گا۔ لاہور اور گجرات کے آفس منیجرز بھی کال کریں گے۔ ممکن ہے ملائیشیا سے بھی کسی کلائنٹ کی کال آ جائے۔''

''او کے بیٹا! اللہ حافظ۔'' عثمانی صاحب نے کہا اور

www.urdupalace.com

ماں اور بہنوں کی حالت خراب تھی۔

فہد ان کے نزدیک پہنچا تو وہ سسک سسک کر رونے لگیں۔ فہد نے حسن کی بہن سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''روبینہ!'' اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

''پڑھ چکی ہو یا پڑھ رہی ہو؟'' فہد نے پوچھا۔

''میں نے اس سال گریجویشن کیا ہے سر!'' اس نے کہا۔

''تم ایسا کرنا، میرے پاس آفس آجانا۔ میں حسن کی جگہ تمہیں جاب دے دوں گا۔'' فہد کے پاس اتنے اختیارات تھے کہ وہ چند ڈائریکٹرز اور منیجرز کے علاوہ کسی کو بھی ملازمت سے نکال سکتا تھا اور ملازمت دے بھی سکتا تھا۔

حسن کی ماں اور بہنوں کی آنکھوں میں حسن کے لیے ممنونیت تھی۔

حسن کی باڈی پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجی جا چکی تھی۔ اسی وقت پولیس کا ایک سب انسپکٹر وہاں آگیا اور بولا۔ ''مقتول کمپنی کے کس ڈپارٹمنٹ میں تھا؟''

''وہ آئی ٹی ایگزیکٹو تھا۔'' آئی ٹی کے ہیڈ انوار صاحب نے جواب دیا۔ بہت محنتی اور ذہین نوجوان تھا۔ کمپیوٹر کا تو وہ سمجھ لیں کیڑا تھا۔''

پولیس کی معمول کی کارروائی جاری تھی۔

آصف بہت پریشان تھا۔ اکاؤنٹس کا ڈیٹا ری اسٹور کرنے کی ایک امید بندھی تھی تو حسن کی موت کے ساتھ وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ آخر اکاؤنٹس کے رجسٹر کہاں غائب ہو گئے۔ کمپیوٹر کا ڈیٹا تو کسی بھی وجہ سے ڈیلیٹ ہو سکتا تھا۔ لاہور برانچ کی مثال اس کے سامنے تھی۔ وہ کچھ بھی کہتا لیکن عثمانی صاحب کی نظروں میں تو وہی ذمے دار تھا۔

اب بابر زیادہ تر عثمانی گروپ آف کمپنیز کے آفس ہی میں رہتا تھا۔ وہ گاڑی میں عثمانی صاحب کے ساتھ نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اپنی بائیک پر ان کی گاڑی کے پیچھے آگے اور دائیں بائیں رہتا تھا۔

بابر نے ایک سیکیورٹی ایجنسی کے دو گارڈز بھی ہائر کر لیے تھے۔ وہ ایجنسی اس کے دوست ریٹائرڈ میجر سلطان کی تھی۔ سلطان نے اسے اپنی ایجنسی کے دو گارڈز دے تو دیے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی جتا دیا تھا کہ کسی گارڈ کو نقصان پہنچا تو اس کی پوری ذمے داری بابر پر ہوگی۔ ان کی ماہانہ تنخواہیں بھی بابر ہی کے ذمے تھیں۔

ان ہی دنوں آفس میں ملازمت کے لیے ایک لڑکا آیا۔ یوں تو کمپنی میں بے شمار درخواستیں موصول ہوتی تھیں لیکن اس کی سی وی میں خاص بات یہ تھی کہ کوالیفکیشن میں آئی ٹی اسپیشلسٹ بھی لکھا ہوا تھا۔

سی وی دیکھ کر آئی ٹی ہیڈ انوار صاحب خوش ہو گئے۔ اس نوجوان کا نام عاصم تھا۔ انوار صاحب نے اس کی درخواست فہد کو بھیج دی اور اس پر یہ نوٹ بھی لگا یا کہ یہ امیدوار ہمارے کام کا ہے۔ ہمیں ایک آئی ٹی اسپیشلسٹ کی ضرورت تھی اور یہ حسن سے بھی زیادہ ماہر ہے۔

درخواست پڑھ کر فہد پریشان ہو گیا۔ اسے جاوید کی بات یاد آئی۔ اس نے کہا تھا کہ حسن کو راستے سے ہٹا دیا تو کوئی اور آجائے گا، پھر کوئی اور۔ شہر میں ذہین نوجوانوں کی کمی نہیں تھی۔

اس نے عاصم کی درخواست ایک مرتبہ پھر پڑھی اور انوار صاحب کو اپنے آفس میں بلا لیا۔

''یہ ایپلی کیشن آپ نے مجھے فارورڈ کی ہے؟'' فہد نے ان سے پوچھا۔

''یس سر! میں تو اسے ادارے کے لیے موزوں ترین سمجھتا ہوں۔''

''آپ نے اس شخص کا گزشتہ ریکارڈ چیک کیا ہے۔ اس نے آخری جاب کلیکسو میٹ سے چھوڑی ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان سے مارکیٹ میں ہمارا بہت سخت کمپیٹیشن ہے۔ آپ اس شخص کو آئی ٹی جیسے حساس ڈپارٹمنٹ میں جاب دینے کی بات کر رہے ہیں۔ ممکن ہے اس نے وہاں سے جاب چھوڑی ہی نہ ہو اور وہ ان ہی لوگوں کے کہنے پر یہاں آیا ہو۔ آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اگر وہ ہمارے رائیول گروپ کا آدمی ہوا تو ہمیں کتنا نقصان پہنچا سکتا ہے؟''

''سوری سر!'' انوار صاحب اب شرمندہ تھے۔ ''میں نے اس پہلو سے تو غور ہی نہیں کیا تھا۔''

''مارکیٹ میں آئی ٹی کے ہزاروں لوگ ہیں۔ میں نے کئی لوگوں سے کہا ہوا ہے۔ جلد ہی کسی کا انتظام ہو جائے گا۔'' فہد نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا اگر میں نے فوری طور پر اس مسئلے کا کوئی مستقل حل نہ نکالا تو میری ملازمت تو جائے گی ہی، میرا سارا پلان بھی چوپٹ ہو

www.urdupalace.com

باوقار انداز میں چلتے ہوئے آفس کے داخلی دروازے کی طرف بڑھے۔

فہد نے بابر کو بھی مستعدی سے اٹھتے دیکھا۔ اس نے اپنی جیکٹ کی زپ بند کی اور ہیلمٹ اٹھا کر ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

وہ دوبارہ اپنے کمرے میں بیٹھ گیا اور وقت گزاری کو لیپ ٹاپ کھول لیا لیکن اس کا ذہن تو کہیں اور تھا۔ وہ بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سوچا ابھی تو عثمانی صاحب کو نکلے دس ہی منٹ ہوئے ہیں مجھے خود پر قابو پانا چاہیے۔ اس نے انٹر کام اٹھایا اور کافی کے لیے کہا پھر خود کو کام میں مصروف رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

عثمانی صاحب باہر نکلے تو بابر کی عقابی نگاہیں اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔

عثمانی صاحب کے ڈرائیور نے گاڑی کا عقبی دروازہ کھولا اور جب وہ گاڑی میں بیٹھ گئے تو بابر بھی اپنی ہیوی بائیک کی طرف دوڑا۔

اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ہیلمٹ پہننے سے پہلے ہی کان میں ہینڈ فری لگا لیا تھا۔ دوسری طرف بلال تھا۔ ''ہاں بلال۔'' بابر نے کہا۔

''سر، رشید نے آج آفس کے اردگرد دو مشکوک آدمیوں کو منڈلاتے دیکھا ہے۔'' بلال نے کہا۔ رشید اس گارڈ کا نام تھا جو سادہ لباس میں آفس کے باہر ڈیوٹی دیتا تھا۔ وہ گاڑیاں صاف کرتا تھا تاکہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو سکے۔

''ٹھیک ہے۔'' بابر نے کہا۔ ''عثمانی صاحب آفس سے نکل چکے ہیں۔ تم ان کی گاڑی پر نظر رکھنا۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور رابطہ منقطع مت کرنا۔ مجھے ایک ایک لمحے کی رپورٹ چاہیے۔''

''او کے سر۔'' بلال نے کہا۔ پھر بابر کے کانوں میں صرف ٹریفک کا شور ہی گونجتا رہا۔ وہ عثمانی صاحب کی پراڈو سے کچھ فاصلے پر تھا۔ اس نے اسپیڈ بڑھائی اور گاڑی کو اوورٹیک کر کے آگے نکل گیا۔ پھر وہ پراڈو کے بائیں جانب آیا اور اسپیڈ کم کر دی۔ گاڑی اس کے نزدیک سے گزری تو اس نے بہت غور سے اردگرد چلنے والوں کا جائزہ لیا۔

''سر! میں نے موٹر سائیکل پر سوار دو آدمیوں کو دیکھا ہے۔'' بلال کی آواز آئی۔ ''پہلے تو مجھے صرف شبہ تھا، اب یقین ہو گیا ہے۔''

''او کے۔'' بابر نے کہا اور بولا۔ ''اس وقت وہ لوگ کہاں ہیں؟''

''وہ عثمانی صاحب کی گاڑی کے بالکل پیچھے ہیں۔'' بلال نے کہا۔ ''میں نے انہیں کور کر رکھا ہے۔''

بابر نے اسپیڈ بڑھائی اور عثمانی صاحب کی گاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔

اچانک بلال کی ہیجانی آواز سنائی دی۔ ''سر! یہ دو نہیں بلکہ چار آدمی ہیں دوسری بائیک ابھی ابھی بائیں جانب کی سروس روڈ سے مین روڈ پر آئی ہے، دونوں بائیک والوں نے ایک دوسرے کو کوئی اشارہ بھی کیا ہے۔ دوسری بائیک بلیک کلر کی سینوٹی سی ہے اور..... سر، وہ اسپیڈ کم کر کے آپ کے پیچھے آ گئے ہیں۔''

''تم میری فکر مت کرو۔ اس بائیک پر نظر رکھو جو عثمانی صاحب کی گاڑی کے پیچھے ہے۔''

''او کے سر!'' بلال نے کہا۔ پھر دوسری طرف سے خاموشی چھا گئی۔

آگے سگنل بند تھا۔ سگنل پر تیزی سے بابر نے گن جیب سے نکالی اور بہت مہارت سے اس پر سائیلنسر فٹ کر لیا۔

اسی وقت سگنل کھل گیا۔ اچانک بابر کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کی پشت پر زوردار مکا مارا ہو، بابر سمجھ گیا کہ پیچھے سے کسی نے اس پر فائر کیا ہے۔ لیکن بلٹ پروف جیکٹ کی وجہ سے وہ بچ گیا تھا۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کے سر کے پچھلے حصے میں زوردار جھٹکا لگا۔ دوسرا فائر اس کے سر پر کیا گیا تھا لیکن اس کا ہیلمٹ بھی خصوصی تھا اور مکمل بلٹ پروف تھا۔

اس نے پھرتی سے بائیک سائڈ اسٹینڈ پر لگائی اور اپنا ریوالور نکالتا ہوا اتر گیا۔ بائیک پر سوار دو افراد پر اس کی نظر پڑی۔ دونوں نے ہیلمٹ پہن رکھے تھے۔ وہ بابر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے اور ٹریفک کی وجہ سے بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔

اچانک بابر کی طرح وہ بھی بائیک سے اترے اور انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی، بابر نے ایک کے پیر کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر گرا اور لنگڑاتا ہوا پھر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے آدمی پر بابر نے جمپ لگائی اور اسے دبوچ لیا۔

ٹریفک سگنل کھل چکا تھا اور گاڑیاں ہارن بجا رہی تھیں۔ جو گاڑیاں بابر اور ان اچکوں کے بائیکس کے پیچھے

www.urdupalace.com

تھیں انہیں راستہ نہیں مل رہا تھا۔

بابر نے ان دونوں کی تلاشی لی اور ان کی جیب سے ایک ایک ٹی ٹی برآمد کرلی، پھر پشت سے ان دونوں کی گردن دبوچی اور فٹ پاتھ کی طرف بڑھا۔ وہاں کئی موٹر سائیکل سوار بھی تماشا دیکھنے کو کھڑے ہوگئے تھے۔

''آپ لوگ ایک کام کریں۔'' اس نے نوجوانوں سے کہا۔ ''یہ دونوں بائیکس راستے سے ہٹا کر ایک طرف لگا دیں۔ میں ان دونوں کو تھانے لے جارہا ہوں۔''

اسی وقت وہاں سے پولیس کی ایک موبائل گزری۔ بابر نے ہیلمٹ اتار کے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

وین کا ڈرائیور بابر کا پرانا شناسا تھا۔ اس نے بابر کو سلام کیا۔ اے ایس آئی وین سے باہر آگیا اور بولا۔ ''بابر صاحب! خیریت تو ہے؟''

''یار، ان دونوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ تم انہیں لے کر تھانے چلو میں ابھی آتا ہوں۔ ہاں، وہ پیچھے ان کی بائیک بھی کھڑی ہے۔ اسے بھی تھانے لے جانا۔''

موبائل وین کے سپاہیوں نے پلک جھپکتے میں ان دونوں کو دبوچ لیا۔

یہ کہہ کر وہ اپنی بائیک کی طرف بھاگا۔ اس ہنگامے میں دس منٹ گزر چکے تھے۔ بابر نے اپنی بائیک اسٹارٹ کی اور اسے خوفناک انداز میں دوڑاتا ہوا ٹریفک کے درمیان زگ زیگ چلتا ہوا رواں ہوگیا۔ بھری پری شاہراہ پر اس کی بائیک کی رفتار سو اور ایک سو بیس کو چھو رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اگر خدانخواستہ عثمانی صاحب کو کچھ ہوا تو اس کی سیکیورٹی ایجنسی شروع ہونے سے پہلے ہی اپنی موت آپ مرجائے گی۔ اسے عثمانی صاحب کی زندگی کی فکر تھی۔ انہیں کوئی نقصان پہنچتا تو بابر کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچتا۔

اس نے بائیک کی رفتار مزید بڑھا دی۔ آگے ایک پیٹرول کا ٹینکر جارہا تھا۔

آئل ٹینکر اور ایک گاڑی کے درمیان مختصر سی جگہ سے گزرنے کے بعد بابر نے رفتار مزید بڑھائی اور بلال سے پوچھا۔ ''بلال تم کہاں ہو؟''

''میں اس وقت کالا پل کراس کر چکا ہوں۔ بائیک والے بھی اب کچھ کرنے کے موڈ میں نظر آرہے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ وہ پراڈو کے برابر پہنچ جائیں لیکن انہیں راستہ نہیں مل رہا ہے۔ ٹریفک بہت زیادہ ہے۔'' بلال نے کہا۔

''تم اگر کوئی خطرہ محسوس کرو تو بائیک والوں کو ہلا جھٹک اُڑا دینا۔ ویسے میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔''

بابر اس وقت ایف ٹی سی کے سامنے تھا۔ اس نے بائیک کی رفتار مزید بڑھائی دی۔

اس کی جنوبی ڈرائیو کو دیکھ کر کئی گاڑی والے تو خود ہی سائڈ میں ہوگئے۔

وہ جیٹ فائٹر کی طرح اڑتا ہوا کالا پل عبور کر گیا.... پہلے اسے بلال کی بائیک نظر آئی، پھر پراڈو بھی نظر آگئی اس کے ساتھ ہی اس کی نظر ان دو موٹر سائیکل سواروں پر پڑی جو جان پر کھیل کر پراڈو کے برابر میں پہنچ گئے تھے۔

بابر نے ریوالور بائیں ہاتھ میں تھاما اور اپنی بائیک کی رفتار مزید بڑھا دی۔

بابر کی موٹر سائیکل کی گرج ... سن کر وہ دونوں کچھ گھبرا گئے۔ پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے پسٹل نکالا اور پلک جھپکتے میں گاڑی پر فائر کردیا۔

بابر کا دل اچھل کر حلق میں آگیا کیونکہ پراڈو بے قابو ہوئی تھی۔ بابر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، پسٹل والے کی گردن پر فائر کردیا۔ دوسرا فائر بلال نے کیا جو موٹر سائیکل چلانے والے کی پیٹھ میں لگا۔ موٹر سائیکل بے قابو ہوکر پُرشور آواز کے ساتھ سڑک پر گری اور دور تک گھسٹتی چلی گئی۔ دونوں سوار بھی سڑک پر گرے اور سڑک پر کچھ دور گھسٹنے کے بعد رک گئے۔

انہیں چھوڑ کر بابر پراڈو کی طرف متوجہ ہوا جو لہراتی ہوئی فٹ پاتھ سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔

بابر چشم زدن میں وہاں پہنچ گیا۔ گولی ڈرائیور کے دائیں بازو میں لگی تھی لیکن عثمانی صاحب محفوظ تھے اور سہمے ہوئے ایک طرف جھکے بیٹھے تھے۔ شاید انہیں خطرہ تھا کہ حملہ آور پھر ان پر فائرنگ کریں۔

''آپ ٹھیک تو ہیں سر؟'' بابر نے اپنا ہیلمٹ اتارتے ہوئے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' عثمانی صاحب نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ڈرائیور کی فکر ہے۔''

''اس کی فکر مت کریں۔'' بابر نے کہا۔ ''اسے بازو میں گولی لگی ہے۔''

بلال اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ بابر نے اسے اشارہ کیا کہ ڈرائیور کو اسپتال لے جاؤ۔

اسی وقت فضا میں کسی ایمبولینس کا سائرن گونجا اور دوسرے ہی لمحے ایمبولینس پراڈو کے نزدیک آکر رک گئی۔

اس سے پہلے ہی ایمبولینس سے دو آدمی اسٹریچر لے

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

کر گاڑی تک آ گئے تھے۔ ڈرائیور اس وقت ہوش میں تھا۔ اس نے اسٹریچر پر لیٹنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے پیروں پر چل کر ایمبولینس میں بیٹھ گیا۔

بابر نے بلال کو اشارہ کیا۔ وہ بھی ڈرائیور کے ساتھ ایمبولینس میں بیٹھ گیا۔

ایمبولینس سائرن بجاتی ہوئی روانہ ہو گئی۔

ان سے کچھ فاصلے پر دوسری ایک ایمبولینس بھی موجود تھی جو مرنے والوں کی لاشیں اٹھا رہی تھی۔

بابر نے اپنی گاڑی وہیں فٹ پاتھ پر چڑھا کر لاک کی اور پراڈو کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''پہلے گھر چلو۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''میں اس وقت سکون چاہتا ہوں۔''

عثمانی صاحب کا گھر وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ بابر مشکل سے سات منٹ میں وہاں پہنچ گیا۔

گاڑی کا ہارن سن کر چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ بابر نے عثمانی صاحب کو اندر تک چھوڑا اور بولا۔ ''مجھے ابھی بہت سے ضروری کام نمٹانا ہیں۔ مجھے واپسی میں کم سے کم دو گھنٹے لگیں گے پھر میں آپ کو سب کچھ تفصیل سے بتا دوں گا۔ ہاں، آپ کو اسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ آفس کے کسی بھی ذمے دار آدمی کو کال کر کے بتا دیں۔ وہ اسپتال چلا جائے گا۔ ویسے ڈرائیور زیادہ زخمی بھی نہیں ہوا ہے۔'' یہ کہہ کر بابر وہاں سے نکل آیا۔ اسے دوبارہ وہیں پہنچنا تھا جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کی بائیک وہیں کھڑی تھی۔

☆☆☆

فہد بہت بے چینی سے جاوید کی کال کا منتظر تھا۔ اس نے ایک گھنٹے میں خوش خبری سنانے کا وعدہ کیا تھا اب تو دو گھنٹے ہو رہے تھے۔

اس نے گھبرا کر جاوید کو ٹیلی فون کر دیا۔

دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔ ''جی فرمایئے؟''

''مجھے جاوید صاحب سے بات کرنا ہے۔'' فہد نے کہا۔

''کون صاحب بول رہے ہیں؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

فہد نے ایک عقل مندی کی تھی کہ جاوید کو ہمیشہ ایک دوسری سم سے کال کرتا تھا۔ جاوید کے سیل میں اس کا نمبر پارٹنر کے نام سے محفوظ تھا۔

''میں جاوید کا ایک دوست ہوں۔'' فہد نے کہا۔

''جاوید ... ایک حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں۔ اور اس وقت جناح اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ہیں۔ اس وقت جاوید کو آپ کی ضرورت ہے پارٹنر صاحب۔'' بولنے والے کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں؟''

''میں انسپکٹر نعیم ہوں۔'' بولنے والے نے جواب دیا۔

فہد لرز کر رہ گیا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔''

فہد نے پہلے تو وہ سم نکال کر توڑ پھوڑ کر پھینک دی جس کے ذریعے وہ جاوید سے بات کیا کرتا تھا، پھر وہ شدید اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ اس کے سر میں اچانک شدید درد شروع ہو گیا تھا۔ اس نے کافی منگائی اور اپنی دراز سے دو پین کلر ایک ساتھ پانی سے نگل گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر جاوید نے اس کے بارے میں کچھ الٹی سیدھی بکواس کر دی تو وہ بہت مصیبت میں پڑ جائے گا۔ اس نے اسپتال جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا کہ ممکن ہے عثمانی صاحب کی گاڑی پر فائر کرتے ہوئے جاوید کی بائیک کسی دوسری گاڑی سے ٹکرا گئی ہو گی یا فائر کرتے وقت بے قابو ہو گئی ہو گی۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا اور ایسا ہی ہوا ہو گا۔ فہد نے سوچا۔ ورنہ زخمی ہونے کی اطلاع پولیس انسپکٹر کیوں دے رہا ہے؟

☆☆☆

بابر اس علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچا جہاں اس نے حملہ آور کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر کے پولیس کے حوالے کیا تھا۔

بابر پولیس اسٹیشن پہنچا تو اسٹاف کے بہت سے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس نے پولیس کی جاب چھوڑی ضرور تھی لیکن وہ ماتحت عملے میں اب بھی ہر دلعزیز تھا۔

ایک کانسٹیبل نے اسے لاک اپ تک پہنچا دیا جہاں دونوں حملہ آور بند تھے۔ اسے دیکھتے ہی ایک حملہ آور بولا۔ ''انسپکٹر صاحب! میرا ساتھی زخمی ہے اور اس کا خون ضائع ہو رہا ہے۔ اگر اس کا خون اسی طرح بہتا رہا تو یہ مر جائے گا۔''

''تو مر جائے۔'' بابر نے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم لوگوں نے بھی تو مجھے مارنے کی کوشش کی تھی۔'' پھر اس نے کانسٹیبل سے پوچھا۔ ''اسے ابھی تک تم لوگوں نے فرسٹ ایڈ نہیں دی ہے؟''

www.urdupalace.com

''اس کا زخم ایسا نہیں ہے کہ یہ مر جائے۔'' کانسٹیبل نے کہا۔ ''گولی اس کی پنڈلی ادھیڑتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ہم نے اسے فوری طور پر فرسٹ ایڈ دے دی تھی۔ اس کا خون اب رک چکا ہے۔''

''لیکن پھر بھی اس کا اسپتال پہنچنا ضروری ہے۔'' حملہ آور بولا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' بابر نے پوچھا۔

''میرا نام ارشد ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''مجھ پر فائرنگ کیوں کی تھی؟'' بابر نے پوچھا۔

''فائرنگ؟'' اس نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ ''ہم آپ پر فائرنگ کیوں کرنے لگے۔ ہم تو آپ کو جانتے بھی نہیں ہیں۔ فائرنگ تو آپ نے ہم پر کی تھی۔ یہ بات تو ہمیں پوچھنا چاہیے۔''

''بہت اچھے جا رہے ہو۔'' بابر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں سچ اگلوانا بھی جانتا ہوں۔ اگر خود ہی سچ بولو گے تو فائدے میں رہو گے۔'' پھر وہ حوالات کے پاس سے ہٹ گیا۔ اس نے ایس آئی ساجد کو ہدایت کی کہ وہ ان دونوں سے اگلوائیں کہ ان دونوں کا ان حملہ آوروں سے کیا تعلق تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ''ان لوگوں نے عثمانی صاحب کی گاڑی پر فائرنگ کی تھی۔ یہ عثمانی صاحب کی خوش قسمتی ہی ہے کہ اس حملے میں انہیں خراش تک نہیں آئی، ہاں ان کا ڈرائیور زخمی ہو گیا ہے۔ میں اگر وہاں موجود نہ ہوتا تو اس وقت عثمانی کی موت کی بریکنگ نیوز چل رہی ہوتی۔ تم ان لوگوں سے پوچھ گچھ کر کے مجھے بتاؤ میں اب چلتا ہوں۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ یہ دونوں صرف کرائے کے بدمعاش ہیں۔ انہیں اصل مجرموں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو گا۔''

بابر دوبارہ عثمانی صاحب کے گھر پہنچا تو وہاں پولیس کی ایک موبائل موجود تھی۔ برآمدے میں پولیس کے دو سب انسپکٹر کھڑے تھے۔ شاید وہ لوگ ابھی ابھی آئے تھے۔

''سر، آپ یہاں کیسے؟'' ایک سب انسپکٹر نے پوچھا۔

''عثمانی صاحب نے میری سیکیورٹی ایجنسی کی خدمات حاصل کی تھیں۔'' بابر مسکرا کر بولا۔ ''آپ لوگ اپنی کارروائی کریں۔ میں عثمانی صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔''

''سر! آپ کوشش کریں، ممکن ہے عثمانی صاحب بیان دینے پر آمادہ ہو جائیں۔''

''وہ اس وقت کوئی بات نہیں کریں گے، میں کچھ ہی دنوں میں ان کی عادت جان گیا ہوں۔ ہاں، کل تک میں انہیں راضی کر لوں گا۔''

اسی وقت کئی پریس رپورٹر اور مختلف چینلز کے نمائندے بھی وہاں پہنچ گئے۔

''اب ان لوگوں کو روکنا آپ کا کام ہے۔'' بابر نے کہا اور اندر کی طرف چل دیا۔

اس کا نام سن کر عثمانی صاحب نے اسے اپنے بیڈ روم میں بلا لیا۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھے۔ کمرے میں ان کا بیٹا طارق اور اس کی بیوی بھی موجود تھی۔

اسے دیکھ کر عثمانی صاحب کھل اٹھے اور بولے۔ ''میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اب ذرا مجھے تفصیلات بتاؤ۔''

بابر نے انہیں شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جانتے تھے، تمہیں راستے سے ہٹائے بغیر وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''جی سر، اسی لیے تو انہوں نے اپنے دو آدمیوں کو میرے پیچھے لگایا اور خود آپ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔''

''بابر! میری ایک آفر ہے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے چیف سیکیورٹی آفیسر کا عہدہ سنبھال لو۔ کمپنی کے تمام گارڈز کو ٹرینڈ کر دیا پھر اپنی مرضی کے آدمی رکھو۔''

''سوری سر!'' بابر نے آہستہ سے کہا۔ ''میں آزادانہ کام کرنے کا قائل ہوں۔ شاید اسی لیے پولیس کی ملازمت میں ناکام رہا۔ میں نے اپنی ایک سیکیورٹی ایجنسی قائم کی ہے اور.....''

''تم کسی کو جواب دہ نہیں ہو گے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کی بلڈنگ میں ابھی ایک پورا فلور موجود ہے جسے ہم لوگ گودام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تم اپنی ایجنسی کا آفس وہاں قائم کر سکتے ہو۔''

''میں وہاں بیٹھ کر اپنا ذاتی کام کر سکوں گا؟'' بابر نے پوچھا۔

''آف کورس۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''تم اپنے طور پر وہاں کام کرو گے۔ یوں سمجھو، تمہاری ایجنسی کا عثمانی گروپ آف انڈسٹری سے صرف اتنا تعلق ہو گا کہ ہماری

www.urdupalace.com

کمپنی بھی تمہاری کلائنٹ ہوگی۔"

"مجھے آپ کی آفر منظور ہے..... لیکن....."

"لیکن کیا؟" عثمانی صاحب نے پوچھا۔

"لیکن میں اس وقت پورا فلور افورڈ نہیں کر سکوں گا۔ پورا فلور کیا میں تو اس کے دو کمرے بھی افورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ تم نے میری جان بچا کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ تم اس کا معاوضہ نہیں لو گے؟"

"اس کا معاوضہ تو میں لے چکا ہوں۔" بابر نے کہا۔

"وہ تو ابتدائی اخراجات تھے۔ میں کل ہی سے وہ فلور تمہارے لیے تیار کرواتا ہوں۔ اس کے اخراجات بھی تمہارے معاوضے میں شامل ہوں گے۔"

"سر، میں نے اتنا بڑا کام تو نہیں کیا ہے۔"

"میری جان تمہاری نظر میں سستی ہے؟" عثمانی صاحب مسکرائے۔

"آپ کی جان تو اللہ نے بچائی ہے سر، میں نے تو صرف کوشش کی تھی۔"

"بس، اب میں کچھ اور نہیں سنوں گا۔" عثمانی صاحب کے لہجے میں شفقت تھی۔

"بابر صاحب!" نادیہ نے پہلی دفعہ زبان کھولی۔ "آپ ڈیڈی کی بات مان جائیں۔ اتنا اصرار تو وہ اپنے بیٹے طارق سے بھی نہیں کرتے ہیں۔"

بابر نے پہلی دفعہ اس خوب صورت لڑکی کو غور سے دیکھا۔ وہ سرتاپا قیامت تھی۔ بابر کو لڑکیوں سے دلچسپی نہیں تھی اس لیے اس نے اپنی نظریں ہٹالیں۔ اس کے نزدیک ہی وہیل چیئر پر طارق بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر بابر کو افسوس ہوتا تھا۔ اتنا خوب رو جوان وہیل چیئر پر بیٹھا اچھا نہیں لگتا تھا۔

"جب آپ کی ایجنسی کا کام شروع کر دے گی تو ہمیں گھر پر بھی تو سیکیورٹی کی ضرورت پڑے گی۔" نادیہ نے کہا۔

"عثمانی صاحب لیوپرڈ سیکیورٹی ایجنسی کے پہلے کلائنٹ ہیں اس لیے سب سے پہلے میں ان ہی کی حفاظت کا فول پروف بندوبست کروں گا۔"

"اوکے۔" عثمانی صاحب مسکرائے۔

"اب مجھے اجازت دیں۔ مجھے ابھی پولیس سے بھی نمٹنا ہے۔"

☆☆☆

فہد ان دنوں بہت زیادہ پریشان رہنے لگا تھا۔ وہ بات بے بات آفس کے دوسرے اسٹاف کی بے عزتی کر دیتا تھا۔ عثمانی صاحب کے زندہ بچنے کا اسے بہت افسوس تھا۔ اس سے کہیں زیادہ افسوس اسے جاوید کی موت کا تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کا دوست تھا۔ افسوس اسے اس لیے تھا کہ اب اس کے پاس بھروسے کا کوئی آدمی نہیں تھا جو عثمانی صاحب کو ٹھکانے لگا سکے۔ وہ حد سے زیادہ مایوس ہو گیا تھا۔

نئی زندگی ملنے کی خوشی میں عثمانی صاحب نے اپنے گھر ایک پارٹی رکھی تھی۔ پارٹی میں اکثریت صنعت کاروں اور تاجروں کی تھی۔ ایک دو بیوروکریٹس بھی تھے۔ عثمانی صاحب نے فہد اور بابر دونوں کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ ان کے علاوہ آفس اسٹاف میں سے آصف، آئی ٹی ہیڈ انوار اور دو منیجرز شامل تھے۔

اس موقع پر نادیہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ طارق بھی بہت خوش تھا۔ فہد موقع کی تلاش میں تھا کہ نادیہ تنہا ہو تو اس سے بات کرے لیکن وہ تو مہمانوں کے درمیان گھوم رہی تھی۔ عثمانی صاحب کے کاروباری دوست ان کے لیے تحائف بھی لائے تھے اور پھول بھی۔

اچانک فہد کی نظر بابر پر پڑی۔ وہ نادیہ سے بہت بے تکلفی سے بات کر رہا تھا۔ نادیہ بھی مسکرا مسکرا کر اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔ فہد کے دل میں اچانک نفرت دوڑ گئی۔ فہد کا پلان اسی حرام زادے بابر کی وجہ سے چوپٹ ہوا تھا۔ بابر نے اسے دیکھ کر دور سے ہاتھ ہلایا تو فہد مزید چڑ گیا۔ کمپنی کے دوسرے ملازمین اسے بہت عزت اور احترام سے مخاطب کرتے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر دور سے

وقت بڑا نازک ہے

دو جیب کترے بس اسٹاپ پر کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک بار بار اپنی جیبی گھڑی نکال کر دیکھتا اور پھر جیب میں رکھ لیتا۔

اسے بار بار گھڑی نکالتے اور جیب میں رکھتے ہوئے دیکھ کر دوسرے جیب کترے نے پوچھا۔ "بھئی یہ تم بار بار اپنی گھڑی نکال کر وقت کیوں دیکھتے ہو؟"

"وقت بڑا نازک ہے۔ میں صرف یہ اطمینان کر رہا ہوں کہ گھڑی ابھی تک میری جیب میں ہی ہے۔"

ساہیوال سے ملک یاسین کی عقل مندی

www.urdupalace.com

ہی یوں ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے فہد کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔

آصف کو یہاں بھی یہی پریشانی تھی کہ اسے آئی ٹی کا کوئی ماہر نہیں مل رہا تھا۔ عثمانی صاحب نے اسے الٹی میٹم دے دیا تھا کہ یا تو آپ اکاؤنٹ ری اسٹور کرائیں یا پھر اکاؤنٹ میں جو گھپلا ہے، اس کی ذمے داری قبول کریں۔

بالآخر فہد کو نادیہ سے بات کرنے کا موقع مل ہی گیا۔ اس نے بہت بے تکلفی سے پوچھا۔ ''کیسی ہو نادی؟''

''میں نادی نہیں، نادیہ طارق عثمانی ہوں مسٹر فہد، مائنڈ اِٹ۔''

''اوہو، تم ابھی تک غصے میں ہو؟'' فہد نے مسکرا کر کہا۔

''تم نے تو اپنی سی کوشش کر لی لیکن ہوا کیا؟''

''کیسی کوشش مسز عثمانی؟'' فہد نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ڈیڈی کو راستے سے ہٹانے کی کوشش۔'' نادیہ نے نفرت سے اسے گھورا۔

''تم ہوش میں تو ہو؟'' فہد کو اس کے انداز پر اچانک غصہ آ گیا۔ ''اور تم مجھ سے یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟''

''اپنی اوقات میں رہو ورنہ اس ملازمت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔'' نادیہ نے سرد لہجے میں کہا۔ ''اب اگر تمہاری طرف سے ڈیڈی کے خلاف کوئی کوشش ہوئی تو میں پولیس کو سب کچھ صاف صاف بتا دوں گی۔''

''نادیہ! تم غلط سوچ رہی ہو ایسا نہیں ہے۔ میں.....''

نادیہ اس کی بات سنے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

دوبارہ اسے نادیہ سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ نادیہ کی طرف سے خاصا بددل ہو گیا تھا۔ پارٹی میں بھی اس کا دل نہیں لگا اور وہ عثمانی صاب سے اجازت لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

گھر پہنچ کر بھی وہ بہت دیر تک نادیہ کے رویّے پر غور کرتا رہا۔ وہ اداکاری نہیں کر رہی تھی بلکہ واقعی اس سے شدید نفرت کرنے لگی تھی۔ اربوں کی جو دولت اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اب اس کے لیے خواب و خیال ہوتی جا رہی تھی۔ اس پلان کا بنیادی کردار نادیہ تھی۔ وہی جب اس سے بدظن ہو گئی تھی تو دولت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اس نے سوچا اربوں کی دولت نہ سہی، وہ فرم سے کروڑوں روپے تو اب بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ہاں یہ کرنا ہو گا۔ میں کمپنیز کے اکاؤنٹ سے دو چار ارب نکال کر پاکستان سے امریکا یا کینیڈا کی طرف نکل جاؤں گا۔

خواب میں اسے اپنی امی دکھائی دیں۔ وہ بہت افسردہ تھیں اور فہد سے ناراض بھی تھیں۔ انہوں نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''فہد، کیا میں نے تجھے اسی دن کے لیے پڑھایا لکھایا تھا کہ تو میری ہونے والی بہو کو بیچ دے، اس کا سودا کر دے۔''

''میں نے اس کا سودا نہیں کیا ہے امی۔'' فہد نے کہا۔ ''میں نے تو طارق سے اس کی شادی کرائی ہے۔''

''تو نے اس کی شادی..... دولت ہی کے لیے کرائی ہے۔'' امی کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

پھر اسے مشتاق صاحب نظر آئے۔ وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے۔ اور اس کو لعن طعن کر رہے تھے۔

اچانک فہد کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا چہرہ پسینے میں تر ہو رہا تھا۔ اس نے سائڈ میز پر رکھا ہوا جگ اٹھا کر اس سے پانی لیا اور پورا گلاس ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اس نے سوچا، میں نادیہ سے آخری مرتبہ بات کروں گا اگر اب بھی اس کے دل میں میرے لیے محبت ہے تو مجھے بتا دے، ورنہ میں بھی آئندہ اس کی شکل نہیں دیکھوں گا۔ وہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟

دوسرے دن وہ آفس پہنچا تو اس کی طبیعت بہت بوجھل تھی۔ وہ اب جلد از جلد نادیہ سے آخری بات کرنا چاہتا تھا۔ عثمانی صاحب آفس میں موجود تھے۔ وہ ایک میٹنگ کے بہانے سے نکل گیا۔ اس نے سوچا، عثمانی صاحب کو علم بھی ہو گا کہ میں ان کے گھر گیا تھا تو میں طارق سے ملنے کا بہانہ بنا دوں گا۔

وہ عثمانی صاحب کے بنگلے پر پہنچا تو گارڈ نے اسے دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ لاؤنج میں ایک ملازمہ جھاڑو پونچھے میں مصروف تھی۔ فہد نے اس سے نادیہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ بیگم صاحبہ ٹیرس پر بیٹھی ہیں۔

فہد سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ نادیہ واقعی وہاں موجود تھی۔ فہد کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ پہلے کی طرف پیچھے سے نادیہ کے گلے میں بانہیں ڈال دے۔

نادیہ جب اس نے ناراض ہوتی تھی وہ ایسا ہی کرتا تھا جواب میں نادیہ مصنوعی غصہ دکھاتی، پھر مسکرانے لگتی۔

فہد اپنے دل پر ضبط نہ کر سکا اور اس نے بے اختیار نادیہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

نادیہ نے بھڑک کر پلٹنے کی کوشش کی لیکن وہ فہد کی بانہوں کے شکنجے میں تھی اس لیے کامیاب نہ ہو سکی۔ اس نے

www.urdupalace.com

بھر کر کہا۔ ''فہد! مجھے چھوڑ دو۔''

''تم مجھے پہچانیں کیسے؟'' فہد نے کہا۔

''میں تمہیں بھی جانتی ہوں اور تمہاری ہر عادت کو بھی۔'' نادیہ نے سرد لہجے میں کہا۔ ''چھوڑو مجھے۔'' اس مرتبہ نادیہ نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

فہد نے اسے چھوڑ دیا اور بولا۔ ''نادیہ! آج میں تم سے صاف صاف بات کرنے آیا ہوں۔ اگر تم اب بھی اپنی ضد پر قائم ہو تو میں آئندہ نہیں آؤں گا بلکہ یہ شہر ہی چھوڑ دوں گا۔'' فہد ایک دم جذباتی ہو گیا۔

''کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟'' نادیہ نے بے اعتنائی سے کہا۔

''تمہاری شادی سے پہلے ہمارے درمیان کیا معاہدہ ہوا تھا؟'' فہد نے کہا۔

''ہمارے درمیان نہیں بلکہ صرف تم نے اپنے طور پر یہ معاہدہ کیا تھا۔'' نادیہ کا لہجہ تلخ تھا۔

''اب تم کیا چاہتی ہو؟'' فہد نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ ''کیا اب تمہارے دل میں میری محبت کی کوئی رمق کوئی چنگاری ہے یا پھر پوری زندگی اسی معذور کے ساتھ گزارنا چاہتی ہو؟''

''تمیز سے بات کرو فہد۔'' نادیہ نے اسے جھڑک دیا۔ ''طارق میرے شوہر ہیں اور یہ میری نہیں تمہاری چوائس تھی۔''

''لیکن اس کی کچھ شرائط بھی تو تھیں۔'' فہد نے کہا۔

''تم کیا مجھے کھلونا سمجھتے ہو کہ جب جی چاہا اس سے خوب دل بہلایا اور پھر دولت کے لالچ میں اسے کسی دوسرے کے حوالے کر دیا۔ میں جیتی جاگتی، سانس لیتی عورت ہوں فہد۔ میرے بھی کچھ جذبات ہیں، کچھ احساسات ہیں۔ میں تمہاری اس گھناؤنی خواہش کی خاطر دو انسانوں کی جان نہیں لے سکتی۔ تم تو شاید دولت کے لیے اپنی ماں کا بھی سودا کر دیتے، اپنے باپ کا خون بھی کر دیتے۔''

''بکواس بند کرو نادیہ۔'' فہد اچانک بپھر گیا۔ ''تم میری مری ہوئی ماں کے لیے ایسا کہہ رہی ہو؟''

''میں تمہیں آئینہ دکھا رہی ہوں۔'' نادیہ نے تلخ انداز میں کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ ابھی ڈیڈی پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے، اس میں تمہارا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ تم ہی نے تو کہا تھا کہ میں ایک سال میں تمہارے راستے سے دونوں کانٹے صاف کر دوں گا۔'' پھر وہ چیخ کر بولی۔ ''مجھے نہیں چاہیے ایسی دولت جسے حاصل کرنے کے لیے دو انسانوں کا خون کرنا پڑے۔ میں تمہیں بہت خوددار اور بااصول سمجھتی تھی۔ ترقی کی خواہش ہر انسان کو ہوتی ہے لیکن ایسا جنون صرف مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کو ہوتا ہے۔ تم اسی دن میری نظروں سے گر گئے تھے جب تم نے طارق سے میری شادی کی بات کی تھی۔ میں اسے مذاق سمجھتی رہی لیکن تم تو دولت کے لیے اندھے ہو رہے تھے۔ اس وقت نہ تمہیں میری محبت یاد رہی، نہ میری وفا۔ اب میں تم سے نفرت کرتی ہوں فہد، شدید نفرت۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور آئندہ مجھے اپنی شکل بھی مت دکھانا ورنہ تم اس ملازمت سے بھی جاؤ گے۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔''

فہد اس سے زیادہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بپھر کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ تمہاری یہ خوب صورت گردن دبوچ لوں اور اس وقت تک نہیں چھوڑوں جب تک تمہارے جسم میں سانس باقی ہے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے تم سے محبت کی تھی، آج بھی کرتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں کرتا رہوں گا۔ اب تم کبھی یہاں میری شکل نہیں دیکھو گی۔'' یہ کہہ کر وہ بوجھل قدموں سے سیڑھیاں اتر گیا۔

☆☆☆

جب سے بابر نے جان پر کھیل کر عثمانی صاحب کی جان بچائی تھی، وہ اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کا ایک فلور تو انہوں نے بابر کو دے ہی دیا تھا، اس کی تزئین و آرائش بھی کمپنی ہی کرا رہی تھی۔ اس پر بابر نے شدید احتجاج کیا تھا لیکن عثمانی صاحب نے اس کی ایک نہیں سنی تھی۔ انہوں نے کہا۔ ''تم آزادانہ طور پر اپنی سیکیورٹی ایجنسی چلانا چاہتے ہو نا، ضرور چلاؤ۔ عثمانی گروپ آف انڈسٹریز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ ہاں، کمپنی صرف تمہاری کلائنٹ ہو گی۔ اس کے علاوہ تم جسے چاہو اپنی خدمات فراہم کر سکتے ہو۔''

''میں چاہتا ہوں کہ آپ کے آفس کا کرایہ بھی میں ادا کروں۔'' بابر نے کہا۔

وہ لوگ اس وقت عثمانی صاحب کے لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہاں نادیہ بھی تھی اور طارق بھی موجود تھا۔

''میں جانتا ہوں تم بہت خوددار ہو۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''جب تمہاری ایجنسی مالی طور پر مستحکم ہو جائے تو تم ضرور کرایہ دے دیا کرنا لیکن ابھی نہیں۔''

www.urdupalace.com

اچانک عثمانی صاحب کو کچھ خیال آیا اور وہ نادیہ سے بولے۔ ''نادیہ بیٹا! ذرا میرا بریف کیس تو کسی سے منگوالو۔''

''میں خود ہی لے آتی ہوں۔ بریف کیس آپ کے بیڈروم کی الماری میں ہے۔'' یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔

''میں نے یہاں بھی سیکیورٹی کے فول پروف انتظامات کر دیے ہیں۔'' بابر مسکرایا۔ ''بظاہر آپ کو نظر نہیں آئے گا لیکن میرے آدمی ہر وقت یہاں کی نگرانی کرتے ہیں۔''

نادیہ، عثمانی صاحب کا بریف کیس لے کر واپس آ گئی۔

عثمانی صاحب نے اس میں سے چیک بک نکالی اور بولے۔ ''میں آفس کے بکھیڑوں اور دوسرے کاموں میں بالکل بھول گیا کہ تمہیں پے منٹ بھی کرنا ہے۔''

''کیسی پے منٹ سر؟'' بابر حیرت سے بولا۔

''بھئی، میں نے سوچا تھا کہ تم نے اتنا بڑا کام کیا ہے۔ میں تمہیں اس کا انعام بھی دوں گا۔'' انہوں نے چیک لکھ کر بابر کی طرف بڑھایا۔

''نہیں انکل!'' بابر نے کہا۔ ''پلیز آپ مائنڈ مت کیجیے گا لیکن میں اپنے کام کا معاوضہ لے چکا ہوں۔''

''یہ انعام ہے بابر صاحب!'' نادیہ نے کہا۔ ''اسے آپ معاوضہ کیوں سمجھ رہے ہیں؟''

''دیکھو ہماری بیٹی کتنی سمجھ دار ہے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''جو بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی، وہ اس کی سمجھ میں آ گئی۔''

''سر پلیز!'' بابر نے کہا۔ ''مجھے مجبور مت کریں۔ انعام، لاکھ، دو لاکھ یا زیادہ سے زیادہ پانچ لاکھ کا ہوتا ہے۔ ایک کروڑ کا نہیں، سوری سر، میں یہ چیک نہیں لے سکتا۔ میں نے اگر آپ کی جان بچائی ہے تو کوئی کمال نہیں کیا۔ یہ میرا پروفیشن ہے۔''

''لیکن میں نے کہا نا کہ یہ انعام ہے۔'' عثمانی صاحب سنجیدہ ہو گئے۔

''مجھے مجبور مت کریں سر۔'' بابر بھی سنجیدہ ہو گیا۔ میری محنت کا صلہ مجھے مل چکا ہے اور میرے پاپا کہتے تھے کہ جو پیسا بغیر محنت کے آئے، وہ جائز نہیں ہوتا۔''

''او کے۔'' عثمانی صاحب کچھ کھسیانے سے ہو گئے۔ اب تک لوگ ان سے لیتے ہی رہے تھے، کسی نے اتنی خطیر رقم کا چیک محض اپنے اصولوں کی خاطر نہیں لوٹایا نہیں تھا۔

''میں تمہاری خودداری کی قدر کرتا ہوں، تم نہ جانے کس دور میں جی رہے ہو۔''

''سر، میں اسی دور میں جی رہا ہوں لیکن اپنے اصولوں اور ضابطوں کے ساتھ۔''

عثمانی صاحب نے وہ چیک دوبارہ اپنے بریف کیس میں رکھ لیا۔

''بابر صاحب!'' طارق نے کہا۔ ''سنا ہے آپ کو کتّے پالنے کا شوق ہے؟''

''ہاں، کتوں کا شوق تو مجھے جنون کی حد تک ہے۔ کتوں کی وجہ سے اماں نے مجھے گھر سے نکال دیا، وہ کہتی ہیں کہ جس گھر میں کتے ہوں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ میں نے انہیں لاکھ سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر کتا چوکیداری اور حفاظت کے لیے پالا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہ نہ مانیں۔''

''اور آپ نے گھر چھوڑ دیا؟'' نادیہ نے حیرت سے کہا۔

''تو کیا کرتا؟'' بابر نے کہا۔ ''لیکن گھر چھوڑنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدانخواستہ میرے دل میں اماں یا بابا جان کا احترام نہیں رہا۔ میں اب بھی دن میں کم سے کم دو دفعہ تو اماں کے پاس جاتا ہوں۔''

''بابر صاحب!'' طارق نے کہا۔ ''کتے پالنے کا شوق تو مجھے بھی ہے کیا آپ مجھے گرے ہاؤنڈ یا جرمن شیفرڈ کا ایک جوڑا دے سکتے ہیں؟''

''طارق صاحب! میرے پاس ڈوبرمین کا ایک بہترین پیئر ہے۔ میں نے اپنے ایک دوست سے لیا تھا۔ وہ میں آپ کو دے سکتا ہوں۔''

''ڈیڈی!'' طارق نے بچوں کی طرح کہا۔ ''کیا میں بابر صاحب سے وہ پیئر لے لوں؟''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔

''طارق صاحب!'' بابر نے کہا۔ ''ڈوبرمین بہت خونخوار کتا ہے۔ آپ کو اس سے مانوس ہونے میں ایک مہینا تو لگ ہی جائے گا۔''

''نو پرابلم۔'' طارق نے کہا۔ ''میں دن بھر گھر میں پڑا پڑا بور ہو جاتا ہوں، مجھے وہ پیئر لا دیں۔''

دوسرے دن بابر ڈوبرمین کتوں کا وہ جوڑا لے آیا۔ وہ کتے دیکھنے میں تو اتنے خوفناک نہیں تھے لیکن بقول بابر کے انتہائی خونخوار تھے۔ ابھی ان کی عمر صرف چھ ہفتے تھی۔

www.urdupalace.com

طارق کو کُتّے کیا ملے کہ اس کے ہاتھ ایک نیا مشغلہ آ گیا۔ اس نے بنگلے کے عقب میں ان کے لیے شاندار ڈاگ ہاؤس بنوا دیا۔ اب اس کا زیادہ وقت کتوں ہی کے ساتھ گزرتا تھا۔

مزید چار ہفتے میں کُتّے خوب بڑے اور تندرست و توانا ہو گئے۔

☆☆☆

فہد اب بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ اسٹاف کے لوگوں پر اب ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں کرتا تھا۔

وہ چند لمحے سوچتا رہا، وہ اب تک خوف کے سائے میں جی رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی دراز سے ایک ڈائری نکالی۔ اس کا جائزہ لیا اور وہ ڈائری لے کر آصف کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مسئلے کو کیس حل کرنا ہے۔

آصف اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عموماً وہی آصف کو اپنے کمرے میں طلب کرتا تھا۔ وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''جی فہد صاحب! کوئی خاص کام ہے۔ آپ مجھے بلا لیتے۔''

''خاص کام ہے اسی لیے تو آیا ہوں۔'' فہد نے مسکرا کر کہا۔ ''اسے کہتے ہیں بچہ بغل میں اور ڈھنڈورا شہر میں۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں سر؟'' آصف نے کہا۔

''بھئی جس رقم کا حساب نہیں مل رہا تھا، وہ مل گیا ہے۔ وہ رقم نہ جانے کیسے میں نے اپنے اکاؤنٹ میں ڈپازٹ کرا دی۔ اس کا حساب اس ڈائری میں ہے۔ ویسے آپ کو یاد ہے کہ وہ رقم کتنی تھی؟''

''مجھے تو وہ فگر ازبر ہیں سر۔'' آصف کے چہرے پر اچانک طمانیت آ گئی تھی۔ وہ فگر اکتیس کروڑ اکاون لاکھ چونسٹھ ہزار اور دو سو پندرہ روپے ہے، میری تو راتوں کی نیندیں حرام تھیں سر۔'' آصف نے کہا۔ ''مجھے تو خواب میں بھی یہی فگر نظر آتی تھی۔''

''اس ڈائری میں اتنی ہی رقم کا ایک چیک بھی ہے۔ وہ آپ میرے اکاؤنٹ سے کمپنی کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیں۔ اب تو خوش ہیں آپ؟''

''سر، آپ نے تو میری بہت بڑی الجھن دور کر دی۔ آج رات مہینوں بعد میں سکون کی نیند سو سکوں گا۔''

''آپ عثمانی صاحب کو بتا دیجیے گا کہ وہ رقم غلطی سے فہد صاحب نے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرا دی تھی۔ اب بینک اسٹیٹ منٹ دیکھ کر انہیں علم ہوا کہ میرے ذاتی اکاؤنٹ میں اتنی رقم تو ہی نہیں۔ مزید چھان بین کے بعد معلوم ہوا کہ وہ رقم فہد صاحب کے اکاؤنٹ میں محفوظ ہے۔'' یہ کہہ کر فہد کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے حساب لگایا تو اسے علم ہوا کہ اس کے ذاتی اکاؤنٹ میں اب صرف ستائیس لاکھ روپے بچے ہیں۔ یہ رقم اس کی محنت کی کمائی کی تھی۔

اس نے ایک کارٹن میں وہاں سے اپنا ذاتی سامان سمیٹا، دراز یں خالی کیں اور سارا سامان پیون کے ذریعے اپنی گاڑی میں رکھوا دیا۔

عثمانی صاحب صبح سے کسی اہم میٹنگ میں تھے۔ میٹنگ کے بعد آفس آنے کے بجائے ان کا گھر جانے کا پروگرام تھا۔

فہد روانگی سے پہلے آفس کے ہر فرد سے ملا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

گھر جا کر وہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس نے گھر کے کام کاج کے لیے ایک ملازمہ رکھی ہوئی تھی جو صبح آ کر گھر کا جھاڑو پونچھا کرتی، برتن دھوتی، پھر فہد کے لیے کھانا بنا کر فریج میں رکھ کر چلی جاتی۔

اس رات اسے کئی مہینے بعد پُرسکون نیند آئی۔

☆☆☆

آفس کے بعد بابر کا زیادہ وقت عثمانی صاحب ہی کے گھر میں گزرتا تھا بلکہ اکثر وہ سیکیورٹی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لیے لنچ کے وقت بھی عثمانی صاحب کے بنگلے پر چلا جاتا تھا۔ نادیہ اور طارق اب اس سے بہت زیادہ بے تکلف ہو گئے تھے۔

ایک دن نادیہ نے باتوں باتوں میں مسکرا کر کہا۔ ''بابر صاحب! ایک بات پوچھوں، آپ برا تو نہیں مانیں گے؟''

''پوچھیں۔'' بابر مسکرایا۔ ''آپ کی بات کا برا مان کر میں اپنا ہی نقصان کروں گا۔''

''یہ بتائیے، پیسے کیا آپ کو کاٹتے ہیں یا آپ کو رقم سے ازلی بیر ہے؟''

''میں سمجھا نہیں میڈم۔'' بابر نے کہا۔

''آپ نے ڈیڈی کا دیا ہوا ایک کروڑ روپے کا چیک واپس کر دیا، پچھلے دنوں طارق نے آپ کو پچاس لاکھ روپے دینا چاہے تو آپ نے انکار کر دیا، آخر کیوں؟''

''مسز عثمانی!'' بابر نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میرے پاپا

www.urdupalace.com

نے شروع ہی سے میرے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت میں جو مزہ ہے وہ حرام کی دولت میں نہیں آتا بلکہ آدمی اس سے مزید پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو دولت بغیر محنت کے ملے، وہ حرام ہے۔ یہ میرا اپنا نقطہ نظر ہے ورنہ میں نے دولت کی خاطر لوگوں کو خون خرابہ کرتے دیکھا ہے، اپنا ایمان بیچتے دیکھا ہے۔ رشتوں کی بولی لگاتے دیکھا ہے اس دولت سے تو ایک وقت کی روکھی روٹی کہیں بہتر ہے۔''

''آپ نے بالکل صحیح کہا۔'' نادیہ نے کہا۔''اور آپ واقعی سب سے الگ ہیں۔''

''مجھے یہ خوف ہے کہ یہ اصول عموماً لوگوں کو پسند نہیں آتے، خاص طور پر لڑکیوں کو تو ان اصولوں سے بیر ہے، اس لیے میں نے اب تک شادی نہیں کی ہے۔'' پھر وہ ہنس کر بولا۔''خیر چھوڑیے اس بات کو۔ آپ جم جوائن کرنے والی تھیں۔ اس کا کیا ہوا؟'' بابر نے موضوع بدل دیا۔

☆☆☆

اس دن حسب معمول طارق اپنی وہیل چیئر پر ڈاگ ہاؤس کی طرف چلا گیا۔ اب اس کے ڈاگ ہاؤس میں ڈوبرمین کے علاوہ جرمن شیفرڈز اور گرے ہاؤنڈز کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ کتوں کو اپنے ہاتھوں سے غذا کھلاتا تھا تاکہ کتے اس سے مانوس رہیں۔

بنگلے میں طارق کے علاوہ ایک ملزم خیر دین تھا جو کتوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ کتے اس سے بھی مانوس تھے۔

طارق نے خیر دین سے کہا۔''ڈوبرمین کے پنجرے کا دروازہ کھول دو۔''

خیر دین نے پنجرے کے دروازے پر لگا ہوا لاک کھول دیا۔

دونوں کتے اچھل کر باہر نکلے اور غراتے ہوئے خیر دین کی طرف بڑھے۔ ان کی غراہٹ میں پیار نہیں بلکہ شدید غصہ تھا۔ پھر اچانک دونوں کتوں نے خیر دین پر حملہ کر دیا۔ خیر دین بری طرح چیخا لیکن ڈوبرمین غصے میں سب سے پہلے سامنے والے کی گردن دبوچتا ہے اور ہاتھوں سے ادھیڑ دیتا ہے، پھر اپنے مضبوط جبڑے کے جھٹکے سے گردن توڑ دیتا ہے۔

''ٹائی سن!'' طارق نے چیخ کر کتے کو آواز دی اور وہاں پڑی ہوئی وہ چھڑی اٹھالی جو خیر دین اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔

طارق چھڑی لے کر کتوں کی طرف بڑھا۔ یہ اس کی شدید غلطی تھی۔ بپھرا ہوا ڈوبرمین چھڑی یا اس قسم کی کوئی اور چیز دیکھ کر مزید مشتعل ہو جاتا ہے۔ خیر دین کو چھوڑ کر دونوں کتوں نے طارق پر چھلانگ لگا دی۔ انہوں نے طارق کی وہیل چیئر الٹ دی اور اس کا نرخرہ ادھیڑ ڈالا۔

طارق اور خیر دین کی فلک شگاف چیخیں سن کر سب سے پہلے مالی وہاں پہنچا کیونکہ وہ اس حصے کے نزدیک تھا۔ خیر دین اور طارق کو خون میں لت پت دیکھ کر مالی وہاں سے سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ وہ بری طرح چیخ رہا تھا۔ بچاؤ..... بچاؤ۔''

''کیا ہوا؟'' دو سیکیورٹی گارڈز کو دیکھ کر اس کے سامنے آ گئے۔ اس نے اس طرف اشارہ کر دیا جہاں ڈاگ ہاؤس تھا۔

دونوں گارڈز اپنی گنیں سنبھالتے ہوئے ڈاگ ہاؤس کی طرف دوڑ پڑے۔

دونوں کتوں نے خیر دین اور طارق کا نہ صرف نرخرہ ادھیڑا تھا بلکہ ان کے چہرے اور جسم بھی بھنبھوڑ ڈالے تھے۔ گارڈز کو پہلی ہی نظر میں معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں سے کوئی اب زندہ نہیں ہے۔

کتے گارڈز کی طرف بھی جھپٹے لیکن وہ دونوں پہلے ہی سے تیار تھے، ان کی گنز نے شعلے اگلے اور دونوں کتے وہیں ڈھیر ہو گئے۔

فائرنگ کی آواز سن کر بنگلے کے دوسرے ملازمین کے ساتھ نادیہ بھی ڈاگ ہاؤس کی طرف دوڑی۔ وہاں خیر دین اور طارق کی خون میں لت پت ادھڑی ہوئی لاشیں پڑی تھیں۔ نادیہ نے پھٹی پھٹی نظروں سے وہ ہولناک منظر دیکھا پھر اس کے حلق سے ایک چیخ برآمد ہوئی اور وہ چکر کھا کر وہیں گر پڑی۔ بنگلے کے تمام ملازمین سہمے کھڑے تھے۔

☆☆☆

فہد نے اطمینان سے ناشتا کیا۔ پھر وہ اخبار لے کر بیٹھ گیا۔ اچانک اسے کچھ یاد آیا۔ وہ اٹھ کر اپنا لیپ ٹاپ لے آیا اور اس پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگا۔ ٹائپ کرنے کے بعد اس نے تنقیدی نظروں سے اپنی تحریر کا جائزہ لیا، پھر اسے ای میل کرنے والا تھا کہ کچھ سوچ کر رک گیا۔ اس نے لیپ ٹاپ کو پرنٹر سے منسلک کیا، اس تحریر کے دو پرنٹ آؤٹ نکالے اور ان پر سائن کر کے انہیں ایک لفافے میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی طمانیت تھی۔

وہ دوبارہ اخبار لے کر بیٹھ گیا۔ اور بزنس کا صفحہ کھول

www.urdupalace.com

کر اس کا جائزہ لینے لگا۔
اچانک اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔ اسکرین پر آفس کے جی ایم اظہر کا نام بلنک کر رہا تھا۔ اس نے کال ریسیو کیے بغیر سیل فون صوفے پر اچھال دیا۔
فوراً ہی اس کے سیل فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس مرتبہ بھی جی ایم کی کال تھی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر سیل فون دوبارہ ایک طرف رکھ دیا اور بڑبڑایا۔ ''جب میں بتا چکا ہوں کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو یہ لوگ کیوں مجھے ڈسٹرب کر رہے ہیں؟''
اس نے دوبارہ اخبار اٹھالیا۔ مشکل سے ایک منٹ گزرا تھا کہ اس مرتبہ اس کی لینڈ لائن کے ٹیلی فون کی کرخت گھنٹی بجی۔ فہد جھنجلا کر اٹھا۔ ٹیلی فون کے اسکرین پر آصف کا نمبر تھا۔ اس نے جھٹکے سے ریسیور اٹھالیا اور ترش لہجے میں بولا۔ ''آصف صاحب! جب میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں آفس نہیں آسکوں گا، پھر آپ لوگ مجھے کیوں ڈسٹرب کر رہے ہیں؟ اب مجھے کال......''
آصف نے جلدی سے اس کی بات کاٹ دی اور بولا۔ ''سر، عثمانی صاحب کے گھر میں، بہت بڑی ٹریجڈی ہو گئی ہے۔ ان کے گھر سے ابھی ان کے ملازم کا ٹیلی فون آیا تھا۔ طارق صاحب کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔''
''وھاٹ؟'' فہد نے حیرت سے کہا۔
''کیسا حادثہ آصف صاحب؟'' فہد گھبرا کر بولا۔
''تفصیلات کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔ میں ایک دو ضروری کام نمٹا کر خود بھی ان کے بنگلے پر جا رہا ہوں۔''
''ٹھیک ہے، میں ابھی پہنچتا ہوں۔'' فہد نے کہا۔
پھر اس نے بہت عجلت میں کپڑے تبدیل کیے اور عثمانی صاحب کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگیا۔
وہاں کا منظر ہی عجیب تھا۔ گھر کے ملازمین سہمے ہوئے ایک طرف کھڑے تھے اور پولیس کا ایک سب انسپکٹر ان سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ عثمانی صاحب نڈھال سے برآمدے ہی میں ایک کرسی پر بیٹھے تھے اور وہ اس وقت اپنی عمر سے بھی دس پندرہ سال بڑے لگ رہے تھے۔
فہد ان کے پاس پہنچا تو وہ اس سے لپٹ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے۔
فہد پریشان ہوگیا اتنے مضبوط اعصاب اور قوتِ ارادی کا شخص، عثمانی گروپ آف انڈسٹریز جیسے عظیم الشان بزنس ایمپائر کا مالک بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔ اپنے بال نوچ رہا تھا۔
وہ بوجھل قدموں سے ڈاگ ہاؤس کی طرف بڑھا۔ وہاں ایک اے ایس آئی موجود تھا۔ اس نے فہد کو دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا۔
وہ منظر اتنا دل خراش تھا کہ فہد کو چکر سا آگیا۔ ایک طرف خیر دین کی ادھڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔ اس کے گرد خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر طارق کی وھیل چیئر الٹی پڑی تھی اور اس کے نزدیک ہی طارق کی لاش تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی جنگلی درندے نے بری طرح بھنبھوڑا ہو۔ ان دونوں سے کچھ فاصلے پر دونوں کتوں کی لاشیں پڑی تھیں۔
وہاں بابر بھی موجود تھا۔ پولیس کا ایک سب انسپکٹر اور ایک حوالدار ڈاگ ہاؤس کا تفصیلی جائزہ لے رہے تھے۔
وہ بابر کے نزدیک پہنچ گیا اور اس سے پوچھا۔ ''مسٹر بابر! یہ سب کیا ہے؟''
''یہ ان خونخوار کتوں کی کارستانی ہے۔'' بابر نے مردہ کتوں کی طرف اشارہ کیا۔
''عثمانی صاحب نے کتے کب پال لیے؟'' فہد نے پوچھا۔ ''انہیں تو کتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی؟''
''یہ کتے عثمانی صاحب نے نہیں، طارق صاحب نے پالے تھے۔'' بابر نے کہا۔ ''انہیں کتے پالنے کا شوق تھا۔ یہ کتے اس وقت محض چند ہفتے کے تھے جب میں نے طارق صاحب کو لا کر دیے تھے۔ میں نے انہیں سمجھایا بھی تھا کہ آپ کو کتے پالنے کا شوق ہے تو کوئی بے ضرر سا فوکس ٹیریئر یا اسی نسل کا کوئی کتا پال لیں لیکن وہ ڈوبرمین، جرمن شیفرڈ اور گرے ہاؤنڈز پالنا چاہتے تھے۔ کہتے تھے کہ کتا اگر خونخوار نہ ہو تو اسے رکھنے کا کیا فائدہ؟''
بابر کی باتوں نے اسے اور بھی اس سے بدظن کر دیا تھا۔
پولیس اپنی کارروائی میں مصروف تھی۔ پولیس کا ایک فوٹو گرافر دونوں لاشوں کی تصویریں لے رہا تھا اور غالباً ویڈیو بھی بنا رہا تھا۔ فنگر پرنٹ ایکسپرٹ وہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے، پھر پولیس نے دونوں لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادیں۔
عثمانی صاحب اسی حالت میں بیٹھے تھے۔ بابر نے ان سے کہا۔ ''سر! آپ یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے، چلیں بیڈ روم میں چل کر آرام کر لیں۔''
''اب تو آرام ہی کرنا ہے۔'' عثمانی صاحب نے

www.urdupalace.com

کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔ ''جاؤ تم اپنا کام کرو۔''

بابر اُن کے سرد لہجے کو سن کر پیچھے ہٹ گیا۔

فہد نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''سر، کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے۔ چلیں اٹھیں۔''

اسے دیکھ کر عثمانی صاحب پھر بری طرح رونے لگے۔ فہد نے کہا۔ ''حوصلہ رکھیں سر! پلیز آپ روئیں مت۔''

وہ فہد کا سہارا لے کر اٹھے اور بوجھل قدموں سے اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے۔ عثمانی صاحب تکیوں کے سہارے بیڈ پر نیم دراز ہو گئے۔

فہد کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے کمپنی کی وہ رقم لوٹا دی تھی جس کا حساب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے ملازمت سے استعفیٰ دینے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ بلکہ استعفے کا پرنٹ آؤٹ نکال کر اس پر سائن بھی کر دیے تھے کہ اچانک یہ سانحہ رونما ہو گیا۔ عثمانی صاحب بالکل ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے تھے۔ حالات پہلے والے ہوتے تو وہ عثمانی صاحب کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا لیکن نادیہ کے رویے کے بعد ایک دم سب کچھ اس کے لیے بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ ایسے وقت میں عثمانی صاحب کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔

اس نے عثمانی صاحب کو کافی پلا کر کچھ دیر آرام کا مشورہ دیا اور خود کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسے اب تک نادیہ دکھائی نہیں دی تھی۔ وہ دکھائی دے بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ تو عدت میں ہو گی۔

وہ عثمانی صاحب کے بیڈ روم سے نکل کر لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا۔ لاؤنج میں اس وقت آفس کے کئی لوگ موجود تھے۔ ان سبھی کے چہرے پر افسردگی کا تاثر تھا۔ ابھی ایک مرحلہ مزید باقی تھا۔ طارق اور خیر دین کے پوسٹ مارٹم کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ۔

پھر وہ اذیت ناک مرحلہ بھی طے ہو گیا اور طارق کی کٹی پھٹی لاش کو منوں مٹی کے نیچے دبا کر وہ لوگ واپس آ گئے۔

طارق کے سانحے کو چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ فہد آخری بار طارق کی موت کے موقع پر عثمانی صاحب کے بنگلے پر گیا تھا۔ پھر وہاں جانے کو دل ہی نہیں چاہا۔

ایک دن آفس کے جی ایم اور آصف صاحب اس کے پاس آئے۔ آصف نے اس سے کہا۔ ''فہد صاحب! عثمانی صاحب نے تو کسی بھی کام میں دلچسپی لینا چھوڑ دی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ پہلے کی طرح اپنے گھر پر پارٹی کریں۔ ان کی عدم دلچسپی کی وجہ سے کئی کنٹریکٹ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ مارکیٹ میں لوگوں نے یہ افواہ اُڑا دی ہے کہ عثمانی صاحب بیٹے کی موت کے بعد ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔''

''ہاں۔'' فہد نے کہا۔ ''اس قسم کی کچھ اطلاعات مجھے بھی ملی ہیں۔''

''عثمانی صاحب گھر میں پارٹی کریں گے تو لوگوں کی یہ غلط فہمی تو دور ہو جائے گی کہ وہ خدانخواستہ ذہنی توازن کھو چکے ہیں۔'' جی ایم اظہر نے کہا۔

''اور یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔'' آصف بولا۔ ''وہ آپ کی بات کبھی نہیں ٹالتے۔''

''میں کوشش کروں گا، ممکن ہے وہ میری بات مان جائیں۔'' فہد نے کہا۔

وہ دونوں رخصت ہو گئے تو فہد نے سوچا، عثمانی صاحب ہر معاملے میں خوش قسمت ہیں۔ انہیں کام کرنے کے لیے پُرخلوص اور دیانت دار اسٹاف ملا ہے، سیکیورٹی کے لیے بابر جیسا فرض شناس انسان موجود ہے لیکن اولاد کے معاملے میں وہ نہ جانے کیوں بدقسمت نکلے۔

وہ ان کے کمرے میں جانے ہی والا تھا کہ انٹر کام پر انہوں نے خود ہی فہد کو بلا لیا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے دھچکا سا لگا۔ عثمانی صاحب شکن آلود سوٹ میں ملبوس تھے۔ انہوں نے غالباً دو دن سے شیو بھی نہیں بنائی تھی۔ ان کا چہرہ جو کبھی ہر وقت تروتازہ رہتا تھا اب مرجھا کر رہ گیا تھا۔

''آؤ فہد!'' انہوں نے آہستہ سے کہا۔ ''بیٹھو۔''

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''آج دسمبر کی پچیس تاریخ ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ نئے سال سے عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کی نئی پالیسی جاری کر دوں۔ میں اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔''

''سر، پالیسی میٹر تو آپ ہمیشہ جنرل میٹنگ میں اناؤنس کرتے ہیں پھر.....''

''میں ابھی تم سے صرف مشورہ کرنا چاہ رہا ہوں۔'' عثمانی صاحب مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ میں بھی کرب تھا۔

''فہد، میں نے عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے منافع میں سے اسٹاف کو شیئر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اتنی دولت کیا میں قبر میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

www.urdupalace.com

''ایسی باتیں مت کریں سر۔'' فہد نے کہا۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آفس کے ہر ایمپلائی کا شیئر ون پرسنٹ ہوگا۔''

''ون پرسنٹ۔'' فہد نے حیرت سے سوچا۔

''تمام منیجرز، ڈپارٹمنٹ ہیڈز کا شیئر پانچ پرسنٹ ہو گا۔'' عثمانی صاحب نے یوں کہا جیسے پانچ روپے کی بات کر رہے ہوں۔ یہ فہد جانتا تھا کہ یہ پانچ تقریباً ستر سے اسی لاکھ تک ہوگا۔

''سر!.....''

''ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔'' انہوں نے فہد کو ٹوک دیا۔ ''اس منافع میں تمہارا شیئر تھرٹی پرسنٹ ہوگا۔''

فہد کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ خاموشی سے عثمانی صاحب کو دیکھتا رہا۔

وہ مسکرا کر بولے۔ ''اگر تمہیں یہ کم لگ رہا ہے تو تھرٹی فائیو پرسنٹ کرلو۔''

''نہیں سر۔'' تھرٹی پرسنٹ بھی زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہے۔''

انہوں نے اپنے سامنے رکھے ہوئے فولڈر سے ایک پرنٹ آؤٹ نکالا اور بولے۔ ''اس میں پالیسی کی پوری تفصیل ہے۔'' پھر وہ کچھ سوچ کر بولے۔ ''ایک منٹ!'' یہ کہہ کر وہ لیپ ٹاپ پر مصروف ہوگئے۔ پھر اس میں سے دوسرا پرنٹ آؤٹ نکالا۔ اس پر اپنے سائن کیے اور اسٹمپ لگا کر فہد کو دے دیا۔ ''یہ تم آصف صاحب کو دے دینا۔''

''لیکن سر! ایک شرط پر۔'' فہد نے ہمت کر کے کہا۔

''اس پالیسی کا اعلان ہم نئے سال کے موقع پر ایک تقریب میں کریں گے اور وہ تقریب آپ کے بنگلے پر ہوگی۔''

عثمانی صاحب فہد کی بات سن کر کچھ گم صم سے ہو گئے اور بولے۔ ''بھئی، ہم آفس میں اسٹاف کو ایک پارٹی دے کر بھی اس کا اعلان کر سکتے ہیں۔''

''نہیں سر!'' فہد نے کہا۔ ''آپ کو میری بات ماننا ہی ہوگی۔''

''او کے۔'' انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اس پارٹی میں صرف آفس کا اسٹاف ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ تمام لوگ ہوں گے جو اس سے پہلے ہماری پارٹیز میں شریک ہوتے رہے ہیں۔''

عثمانی صاحب چند لمحے تک اسے خاموشی سے دیکھتے رہے پھر اٹھ کر اسے گلے لگا لیا اور گلوگیر لہجے میں بولے۔

''میں واقعی خوش قسمت ہوں۔ مجھے ایسا اسٹاف ملا جو میرے اپنوں سے بڑھ کر میرا خیال رکھتا ہے۔''

''تو پھر آپ تیار رہیے گا۔ میں رات کو ٹھیک آٹھ بجے آپ کو گھر سے پک کرلوں گا۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اپنے کمرے میں آکر اس نے لسٹ کا جائزہ لیا۔ اس میں معمولی کلرک سے لے کر ہر شخص کا نام تھا، صرف بابر کا نام نہیں تھا۔ پھر اس نے سوچا کہ بابر عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کا ملازم کب ہے؟

اس دن اسے عثمانی صاحب کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے لباس پر توجہ دی تھی بلکہ اپنا مخصوص پرفیوم بھی استعمال کیا تھا۔

وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں پہنچے تو وہاں موجود لوگ عثمانی صاحب کو دیکھ کر چونکے اور ان سے ملاقات کے لیے آگئے۔

فہد نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ اس کی نظر نادیہ پر پڑی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے انتہائی قیمتی اور ماڈرن لباس پہن رکھا تھا، چہرے پر وہی شادابی اور نکھار تھا اور وہ انتہائی خوش نظر آرہی تھی۔

'نادیہ یہاں اکیلی کیا کر رہی ہے؟' فہد نے سوچا۔ پھر اسے دوسرا زوردار دھچکا لگا۔ بابر اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ وہ بھی بہترین لباس میں تھا اور چہرے پر لگاوٹ کے آثار تھے۔

نوالہ فہد کے حلق میں اٹک گیا۔ اس نے پانی کے گھونٹ سے اٹکا ہوا نوالہ حلق سے نیچے اتارا اور عثمانی صاحب سے کہا۔ ''سر! یہاں کا کھانا تو بہت بکواس ہے۔ آپ کو سی فوڈز پسند ہے نا، چلیے ہم آج سی فوڈز ہی کھائیں گے۔''

اس نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔

''تم بھی بعض اوقات میری طرح حرکتیں کرتے ہو۔'' عثمانی صاحب مسکرائے۔ ''ایک لمحے میں فیصلہ کرتے ہو اور اس پر عمل بھی کر لیتے ہو۔ مجھے تمہاری یہی عادت پسند ہے۔''

اب فہد انہیں کیسے بتاتا کہ اس نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے؟ اس کا تو کچھ کھانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ ''سر! شاید آپ نے بابر کی سروسز اپنی سیکورٹی کے لیے حاصل کی ہیں؟''

''اس میں شاید کی گنجائش کہاں ہے؟'' عثمانی صاحب مسکرائے۔

''پھر آپ کا وہ سیکورٹی چیف کہاں ہے؟'' اس نے

www.urdupalace.com

اپنے لہجے کی ناگواری کو چھپاتے ہوئے کہا۔

''بھئی، اب تو مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کافی عرصے سے کوئی دھمکی آمیز فون یا بھتے کی پرچی بھی موصول نہیں ہوئی ہے اس لیے.....''

''اس لیے آپ اپنی سیکیورٹی کی طرف سے بے پروا ہو گئے؟'' فہد نے ان کا جملہ پورا کر دیا۔

عثمانی صاحب کی وجہ سے اس نے اگل نگل کر کھانا کھایا، پھر انہیں گھر چھوڑنے کے بعد وہ بھی اپنے گھر چلا گیا۔

فہد کو رہ رہ کر نادیہ کا خیال آ رہا تھا۔ اس کی شادی طارق سے تو فہد نے کرائی تھی اس لیے وہ مجبور تھی لیکن بابر میں ایسی کیا خاص بات تھی جو وہ اس سے اتنی بے تکلف ہو گئی تھی کیا وہ بابر کو پسند کرنے لگی تھی؟ فہد نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ نہ صرف یہ ملازمت چھوڑ دے گا بلکہ ملک ہی سے چلا جائے گا لیکن اچانک طارق کی ناگہانی موت کے باعث وہ عثمانی صاحب کو استعفیٰ دینے کی ہمت نہ کر سکا۔

پھر وہ پارٹی کے انتظامات میں مصروف ہو گیا۔ ان کے پاس صرف پانچ دن تھے۔ فہد کے ساتھ آفس کے دوسرے اسٹاف نے مل کر پارٹی کے تمام انتظامات مکمل کر لیے۔

عثمانی صاحب کا بنگلا ایک عرصے بعد بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اس مرتبہ مہمانوں کا استقبال عثمانی صاحب کے ساتھ فہد بھی کر رہا تھا۔ شہر کے کاروباری حلقوں میں اب وہ جانا پہچانا جاتا تھا۔

فہد نے لان کے ایک سرے پر اسٹیج بھی بنوایا تھا اور ساؤنڈ سسٹم کا انتظام بھی کیا تھا۔ لان میں ہلکے سُروں میں مہدی حسن کی کوئی غزل بج رہی تھی۔

عثمانی صاحب اسٹیج پر آئے تو موسیقی یک لخت تھم گئی۔ انہوں نے کہا۔ ''لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہر سال کی طرح میں نے اس سال بھی عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کی نئی پالیسی بنائی ہے۔ اس کی تفصیلات آپ لوگوں کو عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے ایم ڈی مسٹر فہد رضا صاحب بتائیں گے۔''

فہد اسٹیج پر آیا تو بے شمار افراد کی پُرشوق نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ تقریر کا تو وہ بادشاہ تھا۔ اس نے کمپنی کی پالیسی کا اعلان کیا تو لوگوں نے تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔ اس نے اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے کہا۔ ''عثمانی صاحب نے مجھے جو شیئر دینے کا اعلان کیا ہے۔ میں تمام رقم ایدھی ٹرسٹ کو دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ خوشی دولت سے نہیں ملتی بلکہ انسانیت کی خدمت سے ملتی ہے۔''

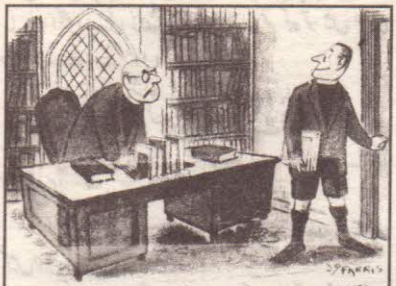

''کمپنی کے مالک کا بھتیجا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم نیکر پہن کر دفتر آنے لگو.....''

اسی وقت اس کی نظر نادیہ پر پڑی جو غیر یقینی کی حالت میں فہد کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔

وہ اسٹیج سے نیچے اترا تو اسے میڈیا کے لوگوں نے گھیر لیا۔ ان سے جان چھڑا کر وہ مہمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ہر شخص فہد کے اس اعلان پر تبصرہ کر رہا تھا۔

مہمان کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ فہد کئی گھنٹے سے اِدھر اُدھر بھاگتا پھر رہا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو وہ کمر سیدھی کرنے کو لاؤنج کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ لان میں مہمان اب تک موجود تھے۔ گھر کے سب ملازمین بھی باہر لان میں تھے۔ وہ جس صوفے پر بیٹھا تھا اس کی پشت خاصی اونچی تھی۔ پھر وہ صوفے پر نیم دراز تھا اس لیے باہر سے آنے والے کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

اچانک اسے چوڑیوں کی کھنک سنائی دی پھر قدموں کی آہٹ گونجی، آنے والی کوئی خاتون تھی کیونکہ اس کی ہیل کی آواز سے یہی لگ رہا تھا تھوڑی دیر بعد پھر قدموں کی آہٹ ہوئی، فہد کے کانوں میں بابر کی آواز آئی۔ ''تم یہاں بیٹھی ہو، میں تمہیں پورے لان میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔''

فہد بری طرح چونک اٹھا۔ اسی وقت نادیہ کی آواز سنائی دی۔ ''میں بہت تھک گئی تھی اس لیے یہاں چلی آئی۔''

''نادیہ!'' بابر نے بہت پیار سے اسے پکارا۔ ''پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟''

''کیسا فیصلہ؟'' نادیہ نے پوچھا۔

''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس فیصلے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم طارق سے محبت کرتی

www.urdupalace.com

تھیں۔لیکن مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا تمہارے سامنے ابھی پوری زندگی پڑی ہے۔تم کہو تو میں عثمانی صاحب سے بات کروں؟''

''میری ایک شرط ہے۔'' نادیہ نے کہا۔

فہد کا دل اس کی کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔

''کیسی شرط ڈارلنگ؟'' بابر نے رومینٹک ہونے کی کوشش کی۔

''میں اس دولت اور جائداد میں سے ایک پیسا بھی نہیں لوں گی۔''

''کم آن ڈارلنگ!'' بابر نے کہا۔''تم جانتی ہو کہ پیسا میرا مسئلہ نہیں ہے۔مجھے تمہاری ضرورت ہے۔تمہاری دولت یا جائداد کی نہیں۔''

نادیہ خوشی سے چہکی۔''پھر میں موقع دیکھ کر ڈیڈی کی وصیت تبدیل کرادوں گی۔''

''یہ بعد کا مسئلہ ہے نادیہ۔'' بابر نے اس کی بات کاٹ دی۔''تم تو مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم راضی ہو یا نہیں؟''

''ہاں، اس شرط پر میں راضی ہوں۔'' نادیہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''ویسے فہد نے آج مجھے حیران کر دیا۔اس نے کروڑوں روپے سالانہ کی رقم ویلفیئر ادارے کو دینے کا اعلان کر دیا۔''

''یہ بھی اس کی کوئی چال ہوگی نادیہ؟'' بابر نے ترش لہجے میں کہا۔''ورنہ کروڑوں کی رقم اس دور میں کون چھوڑتا ہے؟''

فہد کا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا۔غصے کی زیادتی سے اس کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔اسے نادیہ سے یہ امید تو کسی بھی صورت میں نہیں تھی کہ وہ ایسی کوئی حرکت بھی کر سکتی ہے۔فہد کا خیال تھا کہ اب نادیہ زندگی بھر شادی ہی نہیں کرے گی۔وہ اس کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا لیکن اس کے بارے میں فہد کا اندازہ زندگی میں پہلی بار غلط ثابت ہوا تھا۔

اسے نادیہ سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔اگر اس کا بس چلتا تو وہ ابھی ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

''ویسے تم بھی عجیب ہو نادیہ۔'' بابر نے ہنس کر کہا۔

''طارق سے.....''

''مجھے طارق سے کبھی بھی محبت نہیں تھی۔'' نادیہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔''بس ایک رشتہ تھا جسے میں نبھا رہی تھی۔''

اسی وقت لاؤنج میں کوئی اور داخل ہوا۔پھر فہد کے کانوں میں ایک مرد کی آواز آئی۔''سر! آپ یہاں بیٹھے ہیں، میں آپ کو باہر ڈھونڈ رہا ہوں۔'' وہ غالباً بابر کا کوئی ماتحت تھا۔

''میں ذرا مہمانوں کو دیکھ لوں۔'' نادیہ نے کہا اور وہاں سے رخصت ہو گئی۔

فہد کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا پورا جسم مفلوج ہو گیا ہو۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔کچھ دیر بعد وہ کچھ سنبھلا تو اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی، اس مرتبہ وہ کامیاب رہا اور ڈگمگاتے قدموں سے باہر کی طرف چل دیا۔کوئی اس حالت میں اسے دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ فہد بہت زیادہ نشے میں ہے۔

☆☆☆

''یہ کیا ہے؟'' عثمانی صاحب نے فہد سے پوچھا۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آفس پہنچے تھے۔

''سر! آپ خود ہی دیکھ لیں۔'' فہد نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''ہر اہم میل پڑھنا اور اس کا جواب دینا تمہاری ذمے داری ہے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔

''لیکن سر! یہ صرف آپ کے لیے ہے۔'' فہد نے نظریں جھکا کر کہا۔

عثمانی صاحب نے فہد کا دیا ہوا فولڈر اپنی طرف گھسیٹا اور چشمہ لگا کر وہ تحریر پڑھنے لگے۔

تحریر پڑھ کر ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔انہوں نے اپنا چشمہ اتار کے میز پر پھینکا اور درشت لہجے میں بولے۔

''وہاٹ نان سینس! تم عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کو چھوڑ رہے ہو؟''

''جی سر۔'' فہد نے سر جھکا کر جواب دیا۔

''کیوں؟'' عثمانی صاحب نے کہا۔''یہاں تمہیں کوئی تکلیف ہے، کوئی دوسرا ادارہ تمہیں اس سے زیادہ سیلری اور مراعات دے رہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو مجھے بتاؤ۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے سر۔'' فہد نے کہا۔''میں اب یہاں جاب نہیں کر سکتا۔میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔''

عثمانی صاحب چند لمحے اسے گھورتے رہے، پھر گلوگیر لہجے میں بولے۔''تم سب مجھے چھوڑ جاؤ، طارق کی تو زندگی ہی اتنی تھی، وہ مجھے چھوڑ گیا تو یہ اللہ کی مرضی ہے لیکن اب تم بھی مجھے چھوڑ رہے ہو اور نادیہ بھی شادی کر رہی ہے۔میں خود کو بہت خوش قسمت سمجھتا تھا لیکن.....'' عثمانی صاحب کی

www.urdupalace.com

آواز بھرا گئی اور وہ آگے کچھ نہ بول سکے۔

فہد خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"ایسا کرو۔" عثمانی صاحب نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ "تم فوری طور پر استعفیٰ مت دو۔ کچھ دن چھٹی پر چلے جاؤ۔ دو مہینے، چار مہینے یا ایک سال۔" عثمانی صاحب نے کہا۔ "تم کام کر کے بہت تھک چکے ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تمہارے سفر کے تمام اخراجات ادارہ برداشت کرے گا۔ اس دوران میں تم ٹھنڈے دل سے سوچنا، پھر تم جو فیصلہ بھی کرو گے، مجھے منظور ہوگا۔ بس اب انکار مت کرنا۔" عثمانی صاحب نے کہا اور اس کا استعفیٰ پھاڑ کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔

فہد نے سوچا، چلو یونہی سہی۔ عثمانی صاحب بھی اس دوران میں ذہنی طور پر تیار ہو جائیں گے۔

"او کے سر۔" فہد نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"آج تم کافی نہیں پیو گے؟"

"آپ کی کافی سے بھلا میں انکار کر سکتا ہوں۔" فہد نے مسکرا کر کہا۔ وہ کشیدگی کم کرنا چاہتا تھا۔

عثمانی صاحب نے انٹر کام پر کافی کے لیے کہا، پھر اس سے بزنس کی باتیں کرتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد ان کی آفس میڈ کافی لے آئی۔

فہد نے کافی کا مگ اپنی طرف کھسکایا تو وہ جلدی سے بولی۔ "یہ کپ باس کا ہے سر! باس کافی میں شوگر نہیں لیتے ہیں۔"

"کبھی کبھی شوگر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" فہد نے مسکرا کر کہا۔

اس نے کپ سے کافی پینا چاہی تو میڈ جلدی سے بولی۔ "سر پلیز! ڈاکٹر صاحب نے باس کو شوگر لینے سے بہت سختی سے منع کیا ہے۔"

"میرا کپ مجھے دے دو یار۔" عثمانی صاحب نے کہا۔ "یہاں قدم قدم پر خیر خواہ موجود ہیں۔" ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

فہد نے وہ مگ عثمانی صاحب کو دے دیا۔ اس مگ کا رنگ اسکائی بلیو تھا، فہد کا مگ آف وہائٹ تھا۔ شاید اسی لیے وہ مختلف مگ لے کر آئی تھی کہ پہچاننے میں آسانی رہے۔

آفس میڈ نے ٹرالی سے بسکٹ اور سینڈوچز نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے اور آہستہ سے دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

عثمانی صاحب نے اپنے مگ سے ایک سپ لیا اور انٹر کام پر اپنی سیکریٹری کو زیکو انٹر پرائزز کا نمبر ملانے کو کہا۔

"یہ لوگ پھر کوئی گڑبڑ کر رہے ہیں سر۔" فہد نے پوچھا۔ "ڈیو ڈیٹ گزرنے کے بعد بھی ان کی طرف سے پے منٹ نہیں آئی ہے۔"

"میرے خیال میں تم تو چھُٹی پر ہو؟" عثمانی صاحب نے مسکرا کر کہا اور کافی کا سپ لیا۔

"میں ابھی تو آفس میں موجود ہوں۔ اس قسم کے معاملات......" اس نے دیکھا کہ عثمانی صاحب کے چہرے پر تکلیف کے آثار ہیں اور اسپلٹ چلنے کے باوجود ان کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے تھے۔ فہد تشویش سے بولا۔ "سر، آپ ٹھیک تو ہیں؟"

"ہاں...... میں...... ٹھیک ہوں...... ذرا پنکھا چلا دو اور میری...... ٹائی......" ان کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔ "کھڑکی...... کھول...... دو...... میرا...... دم...... گھٹ رہا ہے......"

فہد جھپٹ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ پہلے اس نے سوچا کہ ایمبولینس کے لیے ٹیلی فون کرے پھر اس نے آپریٹر سے کہا۔ "میرے ڈرائیور سے کہیں، وہ فوراً گاڑی نکالے۔ عثمانی صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ انہیں فوری طور پر اسپتال لے جانا ہے۔ ہری اپ۔"

"او کے سر۔" آپریٹر نے کہا۔

فہد نے عثمانی صاحب کی کرسی گھما کر انہیں بہت مشکل سے کندھے پر اٹھایا اور باہر کی طرف دوڑا۔ وہ کوریڈور ہی سے چیخا۔ "لفٹ اوپر منگاؤ۔"

آفس کا پورا اسٹاف فہد کے گرد اکٹھا ہو گیا لیکن فہد بھاگتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھا اور اس میں سوار ہو گیا۔ عثمانی صاحب اب گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔

ڈرائیور نے فہد کی گاڑی داخلی دروازے کے سامنے لگا دی تھی۔ اس نے جلدی سے عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ فہد انہیں لے کر گاڑی میں سوار ہوا اور ڈرائیور سے بولا۔ "جتنی تیزی سے چل سکتے ہو اسپتال چلو۔ آج تمہاری مہارت اور ڈرائیونگ کا بھی امتحان ہو جائے گا۔"

ڈرائیور نے گاڑی کا انجن پہلے ہی اسٹارٹ کر رکھا تھا۔ اس نے گاڑی گیئر میں ڈالی اور زناٹے سے آگے بڑھا دی۔ ایک عقل مندی اس نے یہ کی تھی کہ لینڈ کروزر نکالی تھی۔

پھر فہد اس کی مہارت پر واقعی اش اش کر اٹھا۔ وہ گاڑی کو یوں دوڑا رہا تھا جیسے نوجوان لڑکے اپنی ٹریل موٹر سائیکلوں کو گھماتے ہیں۔

"کسی بھی سگنل کی پروا مت کرنا۔" فہد نے کہا۔

www.urdupalace.com

''بس یہ خیال رکھنا کہ اس کی وجہ سے گاڑی کسی دوسری گاڑی سے ٹکرانہ جائے۔''

''جی سر۔'' ڈرائیور نے کہا اور گاڑی کی اسپیڈ مزید بڑھادی۔ دو تین دفعہ وہ انتہائی سنگین حادثوں سے بال بال بچا لیکن وہ آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی چلاتا ہوا آغا خان کے ایمرجنسی وارڈ تک پہنچ گیا۔

گاڑی دیکھتے ہی وارڈ بوائز اسٹریچر لے کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ اس تمام بھاگ دوڑ میں فہد بری طرح ہانپ گیا تھا۔ کئی مہینے سے وہ جوگنگ بھی نہیں کر رہا تھا۔

ڈرائیور پارکنگ میں گاڑی لگا کر آیا تو آفس کا دوسرا اسٹاف بھی وہاں پہنچ گیا۔ ہر آدمی فہد سے یہ سوال کر رہا تھا کہ اب عثمانی صاحب کی طبیعت کیسی ہے؟''

''ابھی تک مجھے بھی کچھ معلوم نہیں ہے۔ ڈاکٹرز نے انہیں آئی سی یو میں شفٹ کر دیا ہے۔'' فہد نے جواب دیا۔

اس کی نظر بابر پر بھی پڑی۔ وہ بھی پریشان پریشان ساوزیٹنگ ایریا میں بیٹھا تھا۔ فہد کو دیکھ کر وہ اس کے پاس آیا اور بولا۔ ''فہد! آخر ہوا کیا تھا؟''

''فہد؟'' فہد نے گھور کر اسے دیکھا۔ ''تم میرا نام کب سے لینے لگے۔''

''سوری سر!'' بابر نے جلدی سے کہا لیکن لہجے کی ناگواری کو نہ چھپا سکا۔

''میں اس وقت بہت ٹینس ہوں اس لیے ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو۔''

''میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اس وقت آپ ہی عثمانی صاحب کے ساتھ تھے۔'' بابر نے کہا۔

''احمقانہ سوالات سے پرہیز کرو مسٹر سیکیورٹی آفیسر!'' فہد اس کی توہین کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس کا بس چلتا تو وہ بابر کو کھڑے کھڑے وہاں سے نکال دیتا۔

اسی وقت نادیہ حواس باختہ سی وہاں پہنچ گئی۔

''ڈیڈی کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' نادیہ نے پوچھا۔

''ابھی تک ڈاکٹرز نے کچھ بتایا نہیں ہے۔'' فہد کا لہجہ خشک تھا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

فہد اس جگہ ٹھہر گیا جہاں سیکیورٹی گارڈ بیٹھا تھا۔ وہاں سے آگے جانا بند تھا۔

اسی وقت ایک نرس اندر سے برآمد ہوئی اور بولی۔ ''مسٹر فہد آپ ہی ہیں؟''

''جی ہاں۔'' فہد نے جواب دیا۔ اس کا دل انجانے خدشات سے بری طرح دھڑکنے لگا۔

''ڈاکٹر سلطان آپ کو بلا رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''سیکیورٹی گارڈ نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر سلطان چند بہترین فزیشن اور کارڈیالوجسٹ میں سے ایک تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''مسٹر فہد! عثمانی صاحب کی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ انہیں بہت سیریز ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ آئندہ بارہ گھنٹے ان کے لیے بہت اہم ہیں۔ اگر یہ بارہ گھنٹے خیریت سے گزر گئے تو ان کی حالت خطرے سے باہر ہو جائے گی۔'' پھر ڈاکٹر کچھ سوچ کر بولا۔ ''عثمانی صاحب کب سے ہارٹ پیشنٹ ہیں؟''

''عثمانی صاحب ہارٹ پیشنٹ نہیں ہیں۔ انہیں شوگر ضرور ہے لیکن وہ بھی کنٹرول ہے۔''

''انہوں نے کوئی ایسی چیز تو نہیں کھائی ہے جس سے ان کا بلڈ پریشر ایک دم شوٹ اپ کر گیا ہو؟''

''ڈاکٹر صاحب! میں اس وقت ان کے ساتھ ہی تھا۔ ہم لوگ کافی پی رہے تھے۔ انہوں نے شاید ایک بسکٹ بھی کھایا تھا۔''

''پھر؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''عثمانی صاحب نے مشکل سے کافی کے دو تین گھونٹ ہی پیے تھے کہ ان کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ چہرہ پسینے میں تر ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ان کی حالت دیکھ کر میں نے ایمبولینس کا انتظار بھی نہیں کیا اور انہیں اپنی گاڑی میں لے کر دوڑ پڑا۔''

''اچھا۔'' ڈاکٹر نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ''عثمانی صاحب نے اس وقت کافی پی تھی اور ایک دو بسکٹ لیے تھے؟''

''جی ہاں سر، ہم دونوں ہی کافی پی رہے تھے۔'' فہد نے جواب دیا۔

''بسکٹس کی وہ پلیٹ اور بچی ہوئی کافی تو اب وہاں موجود نہیں ہوگی؟'' ڈاکٹر نے کہا۔

''وہ چیزیں اب بھی وہیں موجود ہوں گی۔ عثمانی صاحب کے روم کا ڈور آٹو لاک ہے۔ وہ ایک دفعہ بند ہو جائے تو پھر عثمانی صاحب سے بھی نہیں کھلتا۔''

''واٹ ڈو یو مین؟'' ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب! عثمانی صاحب اتنی بڑی گروپ آف انڈسٹریز کے سی ای او ہیں ان کے روم میں بہت سی کانفیڈینشل فائلز اور ڈی وی ڈیز موجود ہیں۔ اس لیے میں نے ان کے دروازے کے لیے اس خصوصی لاک کا انتظام

www.urdupalace.com

کیا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد چابی کے ساتھ ساتھ نمبروں سے کھلتا ہے اور غفور نمبرز کا کمبی نیشن ڈیل ایک دن چھوڑ کر بدل دیتا ہے۔ صرف غفور ہی ان کے روم کا دروازہ کھول سکتا ہے۔"

"آپ نے بہت ضروری بات پوائنٹ آؤٹ کی ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔" ڈاکٹر نے اپنا گاؤن پہنا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر سلطان "ابھی" کہہ کر آدھے گھنٹے بعد واپس آئے اور بولے۔ "فہد صاحب! یہ پولیس کیس ہے۔ کسی نے عثمانی صاحب کو زہر دیا ہے۔"

"وہاٹ؟" فہد گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ "اچھا ہوا، آپ نے ہمیں بتا دیا۔"

"میں پولیس کو انفارم کر رہا ہوں۔ آپ ابھی یہ بات اپنی ذات تک محدود رکھیے گا۔"

"آپ پولیس کو ضرور بلائیں لیکن پلیز پہلے مجھے عثمانی صاحب کی کنڈیشن کے بارے میں بتا دیں۔"

"ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "آئندہ بارہ گھنٹے بہت سیریس ہیں۔"

"اب تو گیارہ گھنٹے رہ گئے ہیں ڈاکٹر۔" فہد نے کہا۔

"چلیے گیارہ گھنٹے ہی سہی۔" ڈاکٹر مسکرایا۔ "آپ شاید عثمانی گروپ آف انڈسٹریز کے ایم ڈی ہیں۔"

"جی ہاں، فہد نے کہا اور بوجھل قدموں سے باہر نکل آیا۔

ایک مرتبہ پھر اسے آفس اسٹاف نے گھیر لیا۔ فہد نے صرف اتنا بتایا کہ عثمانی صاحب ابھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔ آئندہ بارہ گھنٹے ان کے لیے بہت اہم ہیں۔ انہیں بہت شدید قسم کا ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

"عثمانی صاحب ہارٹ پیشنٹ تو نہیں ہیں؟" بابر نے کہا۔

"ہارٹ اٹیک تو کسی کو بھی دبے پاؤں دبوچ لیتا ہے۔"

وقت بہت سست رفتاری سے گزرتا رہا۔ آفس کا بیشتر اسٹاف بالخصوص خواتین جا چکی تھیں۔ اب وہاں فہد، آصف، جی ایم اظہر اور آئی ٹی ہیڈ طاہر کے علاوہ بابر اور نادیہ تھے۔

فہد نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آصف اور اظہر اصرار کر کے اسے کیفے ٹیریا لے گئے۔ ان لوگوں نے نادیہ اور بابر کو بھی کیفے ٹیریا چلنے کو کہا۔

آصف کافی اور کچھ ہلکا پھلکا اسنیکس کا سامان لے آیا۔

ابھی انہوں نے کھانا ہی شروع کیا تھا کہ بابر کی نظر ایس ایس پی کرائمز نواز احسن پر پڑی۔ وہ چونک اٹھا اور بولا۔ "یہ ایس ایس پی یہاں کیا کر رہا ہے؟"

نواز احسن اس وقت سادہ لباس میں تھا۔ اس نے کاؤنٹر سے کافی کا ایک مگ لیا اور ان کے نزدیک ہی ایک میز پر آ بیٹھا پھر وہ بابر کو دیکھ کر بولا۔ "تم ابھی تک پاکستان میں ہی ہو؟"

"سر، میں اپنا ملک چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔" بابر مسکرایا۔

کیفے ٹیریا سے اٹھ کر وہ لوگ دوبارہ ایمرجنسی کے ویٹنگ ایریا میں آ گئے۔

نرس نے ایک مرتبہ پھر فہد کو بلایا اور اس سے کہا کہ ڈاکٹر سلطان آپ کو بلا رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔ "مبارک ہو مسٹر فہد! عثمانی صاحب کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔ ہم کل تک انہیں روم میں شفٹ کر دیں گے۔"

"تھینک یو ڈاکٹر!" فہد نے ممنونیت سے کہا۔ "کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟"

"نو۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "ابھی ان سے کوئی بھی نہیں مل سکتا۔ ویسے بھی ایس ایس پی نواز نے سختی سے تاکید کی ہے کہ ابھی کوئی ان سے نہ ملے۔"

"او کے ڈاکٹر۔" فہد نے مسکرا کر کہا اور باہر آ گیا۔

باہر آ کر اس نے وہاں موجود لوگوں کو یہ خوش خبری سنائی تو ان سب کے چہرے کھل اٹھے۔

بابر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تھینکس گاڈ! اگر خدانخواستہ عثمانی صاحب کو کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کرتا۔"

نادیہ کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے۔

"آپ لوگ اب گھر جا کر آرام کریں۔" فہد نے کہا۔ "میں یہاں موجود ہوں۔"

"میں بھی یہاں رکوں گی۔" نادیہ نے کہا۔

"میڈم نادیہ!" فہد نے کہا۔ "آپ کے یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یوں بھی یہاں مریضوں کے اٹینڈنٹ کو رکنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو پوری رات باہر لان میں گزارنا پڑے گی۔ دیکھیے، نیچے کتنے لوگ بینچوں پر بیٹھے ہیں۔"

"فہد سر ٹھیک کہہ رہے ہیں میڈم۔" آصف نے کہا۔ "آپ گھر جائیں۔ کل انشاء اللہ عثمانی صاحب کمرے میں

www.urdupalace.com

شفٹ ہو جائیں گے تو آپ یہاں آ جایئے گا۔"

وہ سب اصرار کر کے نادیہ کو گھر لے گئے۔ ان لوگوں کے ساتھ بابر بھی چلا گیا۔

ڈاکٹر سلطان بھی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے فہد سے کہا۔ "آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ پے منٹ پر ایک روم بک کرا لیں۔ میں دیکھتا ہوں، پرائیویٹ ونگ میں کوئی روم ضرور خالی ہوگا۔"

"تھینک یو ڈاکٹر اس سے مجھے بہت آسانی ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر سلطان نے فہد کے لیے ایک روم بک کرا دیا۔

آرام دہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر فہد کو کافی آرام ملا۔ وہ صبح سے بھاگ دوڑ میں لگا ہوا تھا اور اب اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو فہد چونک پڑا۔ اس نے کہا۔ "یس پلیز!"

دروازہ کھول کر ایس ایس پی نواز احسن اندر آ گیا اور بولا۔ "سوری سر، ڈسٹرب کرنے کی معذرت چاہتا ہوں لیکن مجھے....."

"اِٹز او کے آفیسر۔" فہد نے کہا۔ "فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو مجھے تفصیل سے بتائیں کہ جب عثمانی صاحب کی طبیعت بگڑی تو اس وقت کیا حالات پیش آئے تھے؟"

فہد نے ایس ایس پی کو ہر بات تفصیل سے بتا دی، صرف استعفے کی بات اسے نہیں بتائی۔

"وہ آفس میڈ کب سے آپ کے آفس میں کام کر رہی ہے؟"

"اس درجے کے ملازمین کی ذمے داری جی ایم صاحب کی ہے، ویسے میں نے اس لڑکی کو اس دن پہلی دفعہ دیکھا تھا۔"

"چائے، کافی وغیرہ تو آپ بھی منگواتے ہوں گے؟" نواز نے پوچھا۔

"جی ہاں، میں بھی چائے اور کافی وغیرہ پیتا ہوں لیکن میری چائے مجھ تک میری پی اے پہنچاتی ہے ممکن ہے وہ آفس میڈ اسے ٹرالی دے کر چلی جاتی ہو۔"

"تو پھر عثمانی صاحب کے کمرے میں وہ براہِ راست کیسے آ گئی؟"

"عثمانی صاحب کی پی اے چھٹی پر تھی۔" فہد نے جواب دیا۔

"آپ نے عثمانی صاحب کا مگ اٹھایا تو اس کا کیا ری ایکشن تھا؟"

"وہ گھبرا کر بولی تھی کہ سر، یہ مگ باس کا ہے۔ وہ شوگر نہیں لیتے۔ میں نے مذاق میں کہا کہ کبھی کبھی شوگر بھی لے لینا چاہیے۔ اس پر وہ مزید گھبرا گئی تھی اور بولی کہ ڈاکٹر نے سختی سے ہدایت کی ہے کہ عثمانی صاحب کو شوگر نہ دی جائے۔"

"او کے مسٹر فہد۔" نواز نے کہا۔ "اب آپ آرام کریں، صبح شاید میں پھر آپ کو زحمت دوں۔"

فہد جوتوں سمیت ہی بستر پر گر گیا اور ایسا سویا کہ صبح دس بجے وارڈ بوائے کے جگانے پر اس کی آنکھ کھلی۔

وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو نادیہ اور بابر کے علاوہ جی ایم اظہر اور آصف بھی وہاں موجود تھا۔

"آپ لوگوں کو تو اس وقت آفس میں ہونا چاہیے تھا۔" فہد نے سرد لہجے میں کہا۔

"آفس میں عجیب ہڑبونگ مچی ہوئی ہے۔ پولیس نے عثمانی صاحب کا روم کھلوا کر بچی ہوئی کافی اور بسکٹ وہاں سے حاصل کر لیے ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ آفس میڈ کل سے غائب ہے۔"

"وہاٹ؟" فہد نے جھنجلا کر کہا۔ "اظہر صاحب، اسے آپ نے اپائنٹ کیا تھا۔ اس کی فائل میں ایڈریس تو ہوگا؟"

"وہ ایڈریس غلط ہے، اس نے جو ٹیلی فون نمبر دیا تھا وہ بھی غلط ہے۔"

"اور آپ نے بغیر چھان بین کیے اسے ملازمت دے دی؟"

اسی وقت ڈاکٹر سلطان مسکراتا ہوا آیا اور بولا۔ "فہد صاحب! ہم نے عثمانی صاحب کو روم میں شفٹ کر دیا ہے۔ اب آپ ان سے مل سکتے ہیں صرف آپ۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"میں بھی ڈیڈی سے ملنا چاہتی ہوں ڈاکٹر۔" نادیہ نے کہا۔

"اس کے لیے آپ کو ایس ایس پی نواز احسن صاحب سے اجازت لینا پڑے گی۔ یہ اب پولیس کیس بن چکا ہے میڈم، اقدامِ قتل کا کیس۔"

"فکر مت کریں میڈم!" فہد نے کہا۔ "میں نواز صاحب سے بات کروں گا۔ آپ کا حق تو مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ آپ کو نہیں روکیں گے۔"

عثمانی صاحب کی حالت اب قدرے بہتر تھی۔ وہ تکیوں کے سہارے بیڈ پر نیم دراز تھے۔ فہد کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ گلوگیر لہجے میں بولے۔ "فہد!

www.urdupalace.com

مجھے صرف تمہاری وجہ سے نئی زندگی ملی ہے۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ اگر میں پانچ منٹ مزید لیٹ ہو جاتا تو میرا بچنا محال تھا۔"

"زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے سر۔" فہد نے کہا۔

"آپ کی زندگی تھی اس لیے اللہ نے آپ کو بچا لیا ورنہ میں لاکھ کوشش کرتا، کچھ بھی نہ ہوتا۔"

"اب تم آفس جاؤ، آج میری کئی اہم میٹنگز تھیں۔ یا تو انہیں کینسل کر دینا یا پھر اپنے طور پر انہیں ڈیل کر لینا۔ اب تمہیں بھی بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں تو یہاں محفوظ ہوں، تم بابر کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

"سر، میرا جانا کیا ضروری ہے؟"

اسی وقت نرس نے کمرے میں جھانکا اور بولی۔

"مسٹر فہد! اب پیشنٹ کو آرام کرنے دیں۔"

"او کے۔" فہد نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

بابر باہر موجود تھا۔ فہد اسے اپنے ساتھ رکھنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن اسے ساتھ لے جانا بھی ضروری تھا۔ جب سے وہ نادیہ کے عاشق کے روپ میں سامنے آیا تھا۔ فہد کو اس سے نفرت ہو گئی تھی۔

اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "مسٹر بابر! آپ آج سے میری سیکیورٹی کریں۔ میرے ساتھ آئیں۔"

"میں عثمانی صاحب کی سیکیورٹی کا ذمے دار ہوں۔"

"آپ کی خدمات عثمانی گروپ آف انڈسٹریز نے حاصل کی ہیں اور اس ایگریمنٹ پر عثمانی صاحب کے نہیں بلکہ میرے سائن ہیں۔ ادارے کے ایم ڈی کی حیثیت سے میں آپ کو کسی کی بھی سیکیورٹی پر مامور کر سکتا ہوں۔ آیئے میرے ساتھ بلکہ آپ تو اپنی بائیک پر ہوں گے۔"

بابر کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔

فہد اسے حکم دے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ اسپتال سے پہلے گھر گیا۔ وہاں سے تیار ہو کر آفس پہنچا تو حیران رہ گیا۔ آفس کے اردگرد پولیس والے موجود تھے۔

فہد لفٹ سے نکل کر کوریڈور میں پہنچا تو وہاں بھی پولیس کے دو جوان موجود تھے۔ آفس کے ہال کمرے میں فہد کو ایس ایس پی نواز اور ایک سب انسپکٹر نظر آیا۔

فہد کے پیچھے ہی بابر بھی ہال کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ہنس کر نواز سے بولا۔ "سر، آپ یہاں اپنا ٹائم کیوں ضائع کر رہے ہیں جا کر اس آفس میڈ کو تلاش کریں۔"

"آفس میڈ مل چکی ہے۔ وہ بہت بری طرح زخمی ہے لیکن میں نے ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اس کا بیان لے لیا ہے۔" اس نے سب انسپکٹر کو اشارہ کیا۔

وہ آگے بڑھا اور بولا۔ "بابر صاحب! میں آپ کو عثمانی صاحب اور اس آفس میڈ آسیہ کے اقدام قتل میں گرفتار کرتا ہوں۔" اس نے جیب سے اسٹیل کی پتلی سی لیکن مضبوط ہتھکڑی نکالی اور بابر کے ہاتھوں میں ڈال دی۔

بابر نے حیرت سے کہا۔ "بلال تم..... تم....."

"جی ہاں، میں" بلال نے کہا۔ "میں نے پولیس کی ملازمت چھوڑی نہیں تھی بلکہ ملازمت چھوڑنے کا بہانہ کیا تھا تاکہ آپ کا اعتماد جیت سکوں۔ آپ کے جرائم کی فہرست تو بہت لمبی ہے بابر صاحب، اب تو دنیا کا ماہر سے ماہر وکیل بھی آپ کو پھانسی کے پھندے سے نہیں بچا سکتا۔"

نواز نے اسے ٹھنڈا مارا۔

اسی وقت نادیہ آفس میں داخل ہوئی۔ وہ بابر کو اس حال میں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی اور لمحے بھر کو گم صم ہو گئی۔

☆☆☆

"بابر کی جرائم کی لسٹ بہت طویل ہے سر۔" ایس ایس پی نواز نے کہا۔

وہ لوگ اس وقت عثمانی صاحب کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمانی صاحب ایک دن پہلے اسپتال سے گھر آئے تھے اور اب ہر طرح چاق و چوبند تھے۔

"بابر بہت ذہین اور جی دار آدمی ہے۔" نواز نے کہا۔ "لیکن اس کی ذہنیت مجرمانہ ہے۔ اس نے ابتدا میں بہت اچھا کام کیا۔ کئی گینگز کا صفایا کیا۔ جرائم پیشہ لوگ بابر کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگایا کرتے تھے کیونکہ وہ ملزم کو گرفتار کرنے کے بجائے گولی مار دیتا تھا کہ وہ عدالت سے بری ہو کر دوبارہ نہ آ جائے۔ دو سال پہلے کچھ خطرناک گینگسٹر نے بینک کی ایک وین لوٹ لی۔ وہ وین تمام برانچوں سے کیش جمع کرنے کے بعد ہیڈ آفس جا رہی تھی۔ وہ ایک معروف کمپنی کی وین تھی۔ یہ ایک الگ کہانی ہے کہ مجرموں نے اسے کیسے لوٹا لیکن عین وقت پر بابر وہاں پہنچ گیا۔ آدمی جی دار ہے اس لیے اس نے پانچ خطرناک مجرموں کو ٹھکانے لگا دیا اور لوٹ کا سارا مال لے کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ مجرموں میں سے ایک آدمی مرا نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ سارا روپیا بابر لے کر چلا گیا اس کے فوراً بعد وہ آدمی بھی چل بسا۔ پولیس اس کا باضابطہ بیان نہیں لے سکی۔ کرائم برانچ نے ڈراما کر کے بلال کو اس کے ساتھ لگا دیا۔ اس سے پہلے کہ بلال اس سے کچھ اگلواتا، اسے عثمانی صاحب نے اپنی سیکیورٹی کے لیے رکھ لیا۔ ہاں، انہیں دھمکی آمیز فون جس

www.urdupalace.com

نے بھی کرائے میں اس کا نام لینا نہیں چاہتا لیکن وہ جعلی کالز تھیں لیکن جس نے بھی کرائی تھیں وہ عثمانی صاحب کی بہتری چاہتا تھا۔ بلال نے ان جعلی کالز کرنے والے کا سراغ بھی لگا لیا ہے۔ وہ فلموں اور ڈراموں میں کام کرنے کا شوقین نکما سا ایک نوجوان ہے۔''

فہد نے نادیہ کی طرف دیکھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر نظریں جھکا لیں۔

''پھر واقعی عثمانی صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ پولیس کا خیال ہے کہ اس حملے کا ماسٹر مائنڈ بھی بابر تھا۔ اس پر ان دو آدمیوں کے خون کا الزام بھی ہے جو اس کے ہاتھوں مارے گئے۔

پھر اس نے کرمنل مائنڈ ہونے کا ایک اور خوفناک منصوبہ بنایا۔ وہ عثمانی صاحب کی دولت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے میڈم نادیہ کو سیڑھی بنایا۔ اس نے طارق صاحب کو کتے پالنے کا مشورہ دیا۔ ڈوبرمین دنیا کے خونخوار ترین کتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے مالک اور رکھوالے کے علاوہ کسی سے مانوس نہیں ہوتا لیکن اگر کسی بھی کتے کو ایک خاص انجکشن دے دیا جائے یا محض اسے دیے جانے والے گوشت میں وہ انجکشن لگا دیا جائے تو بیس سے پچیس منٹ کے اندر وہ اتنا خونخوار ہو جاتا ہے کہ اپنے سامنے آنے والے کسی بھی شخص کو چیر پھاڑ سکتا ہے۔ بابر نے پولیس کا ایک ذہین افسر ہونے کے باوجود کئی جگہ فاش غلطیاں کیں۔ اس نے جس سرنج سے گوشت میں وہ انجکشن لگایا تھا اسے وہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا تھا جو پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی۔ اس میں اس دوا کے قطرے بھی تھے اور سرنج پر بابر کی انگلیوں کے نشان بھی۔

طارق صاحب کو راستے سے ہٹانے کے بعد اس نے میڈم نادیہ کو نہ جانے کیسے اپنے قابو میں کر لیا۔ وہ ان سے شادی کرنا چاہتا تھا اس کے بعد وہ عثمانی صاحب کو بھی راستے سے ہٹا دیتا لیکن اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اس نے پہلے عثمانی صاحب کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے لیے اس نے ایک ضرورت مند لڑکی کو بھاری معاوضے پر تیار کیا اور اسے ادارے میں آفس میڈ کی ملازمت دلائی۔ پھر اسے ایک سریع الاثر زہر کی شیشی دے کر کہا کہ اس میں سے چند قطرے عثمانی صاحب کو کافی، چائے یا پانی میں ملا کر پلا دینا۔ وہ تو شکر ہے کہ عثمانی صاحب نے اس کافی کے صرف دو، تین گھونٹ ہی پیے ورنہ آج یہ یہاں موجود نہ ہوتے۔''

نواز بولتے بولتے شاید تھک گیا تھا۔ اس نے پانی پیا اور بولا۔ ''اب شاید آپ لوگوں کی سمجھ میں ساری بات آ گئی ہوگی۔''

☆☆☆

دو دن بعد فہد پھر عثمانی صاحب کے گھر میں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ ''سر، میں کل چھٹی پر جا رہا ہوں۔ آپ ہی نے کہا تھا کہ.....''

''ہاں مجھے یاد ہے۔'' عثمانی صاحب نے کہا۔ ''لیکن صرف چھٹی پر!''

''اس پر میں غور کروں گا۔''

''مجھے یقین ہے کہ تم فیصلہ میرے ہی حق میں کرو گے۔'' عثمانی صاحب مسکرائے۔

فہد باہر نکلا تو اس کی نظر نادیہ پر پڑی۔ وہ اسے دیکھ کر اسی انداز میں مسکرا رہی تھی جیسے شادی سے پہلے مسکرایا کرتی تھی۔

''میں نے سنا ہے تم طویل رخصت پر جا رہے ہو مسٹر پرفیکٹ؟''

فہد نے چونک کر اسے دیکھا۔ مسٹر پرفیکٹ وہ اسے پیار میں کہا کرتی تھی۔

''آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے میڈم نادیہ۔'' فہد نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو کیا اتنے طویل سفر پر تم اکیلے ہی جاؤ گے مسٹر پرفیکٹ؟'' نادیہ نے پوچھا۔

''میں تو اب اکیلا ہوں اور اکیلا ہی رہوں گا میڈم۔''

''اے مسٹر پرفیکٹ اب زیادہ اداکاری نہیں چلے گی۔ مجھے معاف کر دو، کہو تو کان پکڑ کر اٹھک بیٹھک بھی شروع کر دوں؟''

''اس کی ضرورت نہیں ہے نادیہ۔'' عثمانی صاحب کی آواز آئی۔ وہ نہ جانے کب سے وہاں موجود تھے۔ ''فہد اکیلا نہیں جائے گا بلکہ تم بھی اس کے ساتھ جاؤ گی۔''

''لیکن سر..... میں.....''

''نو مسٹر پرفیکٹ۔'' عثمانی صاحب مسکرائے۔ ''میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ اب تمہاری یہ طویل رخصت اصل میں ہنی مون کی رخصت ہوگی لیکن اس سے پہلے تمہارا نکاح ہوگا۔ پھر شاندار ولیمہ ہوگا۔ اس کے بعد تم جا سکو گے رائٹ مسٹر پرفیکٹ۔''

''باس از آل ویز رائٹ سر۔'' فہد مسکرایا اور نادیہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com